تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم   ۲۶ نومبر تا ۲ دسمبر ۱۹۹۸ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

پاکستان کا عالمی رول

سائنسی حقائق اور خدا کے عقیدہ کا باہمی الحاق کائنات کے ارتقاء کی ایک ضروری منزل ہے جو آکر رہے گی۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ فلسفۂ خودی کی عالمگیر اشاعت کا کام سب سے پہلے پاکستان سے آغاز کریگا اور خدا اور سائنس کا الحاق سب سے پہلے پاکستان میں انجام پائے گا' کیونکہ دنیا بھر میں پاکستان ہی وہ ملک ہے جو خدا کے نام پر بنایا گیا ہے اور جس میں خدا کا دین فلسفیانہ نظریات کے اس دور میں سب سے پہلے ایک جدید فلسفہ کی صورت میں 'جو فلسفۂ خودی ہے' نمودار ہوا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ پاکستان ایک دینی ریاست تو بنے لیکن دین کی فلسفیانہ حکیمانہ یا سائنسی توجیہہ کو جو فلسفہ خودی کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے' کام میں نہ لائے اور اس فلسفہ کو اپنا نظریہ نہ بنائے۔ لہٰذا پاکستان ہی وہ ملک ہے جہاں آئندہ کی عالمگیر ریاست کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے اور وہ زمانہ دور نہیں جب پاکستان میں یونیورسٹیوں کی نصابی کتب کے اندر خدا اور سائنس کے الحاق سے خودی کا علم اس قدر عام ہو گا کہ حاکم اور محکوم کی مرضیوں کے درمیان مکمل موافقت پیدا ہو گی' جس کی وجہ سے یہ ملک ایک پہلو سے مکمل ڈکٹیٹر شپ اور دوسرے پہلو سے مکمل جمہوریت بن جائے گا۔ رفتہ رفتہ پاکستان کی تحقیقی اور تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں خودی یا روح کے اوصاف و خواص کا سائنسی علم اس قدر واضح اور شکوک و شبہات سے اس قدر بالا و بلند ہو جائے گا کہ تمام نوع انسانی بآسانی اس کی صداقت کا اعتراف کرنے لگے گی' یہاں تک کہ اس اعتراف کی وجہ سے وہ پاکستان کی قیادت میں ایک عالمگیر ریاست کی صورت میں متحد اور منظم ہو جائے گی۔ چونکہ ایسی ریاست ایک واضح اور روشن نظامِ حکمت پر مبنی ہو گی لہٰذا اس کے قائد اور عوام کے درمیان اختلاف ناممکن ہو گا۔ اقبال کے نزدیک یہ صورت حال غیر متوقع یا عجیب نہیں' کیونکہ خدا کا عقیدہ جب سائنس کے ساتھ مل جاتا ہے تو ایک عالمگیر انقلاب پیدا کرتا ہے۔

عشق چوں بازیگری ہمبر بود   نقشبندِ عالمِ دیگر شود!

(ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی معرکۃ الآراء کتاب "حکمت اقبال" سے ایک اقتباس)

شمارہ : 45   قیمت : 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

باغباں بھی خوش رہے ' راضی رہے صیاد بھی!

ملک کی داخلی صورتِ حال ' حسب سابق ' کوئی خوش کن منظر نہیں پیش کر رہی۔ کراچی کے بارے میں حکومت کی بار بار کی یقین دہانی کے باوجود کہ وہاں انتظامی معاملات میں فوج کو دخیل نہیں کیا جائے گا ' بالآخر فوجی عدالتیں قائم کر دی گئی ہیں ' گویا نیم مارشل لاء نافذ کیا جا چکا ہے۔ گو پاکستان کے آئین میں آرٹیکل ۲۴۵ کے تحت اس نوع کے اقدام کی گنجائش موجود ہے ' تاہم نواز شریف حکومت کا اٹھایا ہوا یہ قدم سول حکومت کی ناکامی کے برملا اعتراف کے مترادف ہے۔ فوجی عدالتوں کے قیام کے نتیجے میں ممکن ہے کہ وقتی طور پر امن عامہ کی صورتحال کنٹرول میں آ جائے اور قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے واقعات میں قابل ذکر کمی واقع ہو جائے تاہم کراچی کے مسائل کے کسی مستقل اور پائیدار حل کی اس سے توقع کرنا حقائق سے نظریں چرانے کے مترادف ہو گا ——— دوسری جانب سینٹ سے پندرھویں ترمیمی بل کی منظوری کے مسئلے پر مقتدر طبقات کا طرز عمل قوم کو دو متحارب گروہوں میں تقسیم کرنے اور محاذ آرائی کی فضا کو جنم دینے کا باعث ہے۔ شریعت بل کے مخالفین میں سے اکثر کا موقف ہے کہ وہ شریعت کے نہیں ' حکومت کے پیش کردہ بل کے مخالف ہیں۔ وہ اگر مجوزہ شریعت بل کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ شریعت کی آڑ لے کر غیر معمولی اور غیر محدود اختیارات حاصل کرنا در اصل حکومت وقت کے پیش نظر ہے تو اس سوءِ ظن کو بھی پورے طور پر بلاجواز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ موجودہ بل میں یقیناً ایسے جراثیم موجود ہیں کہ جن کے باعث نہ صرف یہ کہ چھوٹے صوبے بجا طور پر شدید اضطراب محسوس کر رہے ہیں بلکہ نفاذِ شریعت کے ضمن میں اٹھائے جانے والے تمام حکومتی اقدامات عدلیہ سے بھی بالاتر قرار پاتے ہیں۔ گویا حکومت کو نہ صرف یہ کہ شریعت کی من چاہی تعبیر کا کامل اختیار بھی ہو گا بلکہ "جسے پی چاہیں وہی سہاگن" کے مصداق حکومت اپنے تئیں جو "قدم" بھی اٹھائے گی اسی کو "شریعت" کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ معاذ اللہ! اس لئے کہ حکومت کا اٹھایا ہوا ہر قدم اور میاں نواز شریف کا ہر فرمان اس درجے "مستند" ٹھہرے گا کہ کسی عدالت میں اس کو چیلنج بھی نہیں کیا جا سکے گا۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ حکومت ' پندرھویں ترمیم کے مخالفین کے اعتراضات کو رفع کرنے اور موجودہ بل میں شامل متنازعہ دفعات کو بل سے خارج کرنے کی بجائے لاٹھی اور دھونس کے ذریعے بل کو سینٹ سے منظور کرانے کے چکر میں ہے۔ یا تو شریعت سے ارباب اختیار کی دوری اور بیزاری کا یہ عالم تھا کہ ہمارے بار بار توجہ دلانے اور "ہمارا مطالبہ ہماری اپیل۔ دستورِ خلافت کی تکمیل" کی رٹ لگانے کے باوجود اس جانب ڈیڑھ سال میں انچ بھر پیش رفت کے لئے کوئی تیار نہ تھا ' یا اب شریعت کے لئے ان کی بے قراری کا یہ عالم ہے کہ اس بل کی منظوری کے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے عزائم کا اظہار ہو رہا ہے۔ زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ شریعت کے لئے ہلکان ہونے والے ان حکمرانوں کے دور میں سود اور سودی نظام کے خاتمے کی جانب نہ صرف یہ کہ تاحال کوئی توجہ نہیں ہے بلکہ سود کو مزید فروغ دینے اور عوام الناس کو سود کے پر فریب جال میں مزید پھنسانے کی خاطر کروڑ پتی اور ڈبل کروڑ پتی بننے کا لالچ دیا جا رہا ہے اور فروغِ سود کے ان اشتہاروں کی اشاعت پر لاکھوں نہیں ' کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے دین کی رو سے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اور سب سے گھناؤنا جرم سود خوری ہے۔ قرآن و حدیث میں سود کی مذمت اور مخالفت میں جتنے شدید اور جس درجے سخت الفاظ وارد ہوئے ہیں کسی اور گناہ کے لئے نہیں ہوئے۔ لیکن معلوم نہیں دین و شریعت کا کون سا تصور ہمارے حکمرانوں کے دماغ میں سمایا ہوا ہے کہ ایک جانب وہ شریعت کا نفاذ بھی چاہتے ہیں اور دوسری جانب سودی نظام کو مزید مستحکم کرنا اور مختلف انعامی سکیموں کے ذریعے سود کو مزید فروغ دینا بھی شدت کے ساتھ ان کے پیش نظر ہے۔ شاید ہمارے حکمرانوں کی پالیسی ہے کہ ع "باغباں بھی خوش رہے ' راضی رہے صیاد بھی!" ——— بہرکیف یہ پوری صورت حال اور قول و فعل کا یہ تضاد نہایت تکلیف دہ ہے۔

ہماری سوچی سمجھی اور دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ دستور پاکستان میں قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینا اپنی جگہ ایک نہایت خوش آئند اقدام ہے۔ جس شخص یا جس حکومت کے ہاتھوں بھی یہ کام سرانجام پائے گا وہ مسلمانان پاکستان ہی کا نہیں پوری ملت اسلامیہ کا محسن ٹھہرے گا۔ لیکن ضروری ہے کہ شریعت کی تنفیذ کا طریق کار نہ صرف یہ کہ اسلام کی عطا کردہ جمہوری اقدار سے ہم آہنگ ہو بلکہ عصری تقاضوں کا بھی اس میں مناسب حد تک لحاظ رکھا گیا ہو۔ دورِ حاضر میں اس کا واحد محفوظ راستہ یہ ہے کہ دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی طے کر دینے کے بعد اس فیصلے کا اختیار کہ کوئی قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں ' کسی فردِ واحد کو نہیں بلکہ اعلیٰ عدالتوں کو دیا جائے کہ جو دستور کے محافظ (کسٹوڈین) کا درجہ رکھتی ہیں ——— ہم وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف اور ان کے توسط سے حکومت کے تمام ذمہ داران سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ شریعت بل کے معاملے میں اپنی انا کی قربانی دے کر اور لچک کا مظاہرہ کر کے شریعت کے ساتھ اپنے خلوص و اخلاص کا ثبوت پیش کریں اور نفاذ شریعت کے طریق کار کے ضمن میں تنظیم اسلامی کی پیش کردہ اور مولانا عبد الستار نیازی کی قائم کردہ نفاذ شریعت ورکنگ گروپ کی مرتب کردہ سفارشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے موجودہ بل میں مزید ترمیم کر کے اسے متفق علیہ بنانے کی سرتوڑ کوشش کریں۔ تاکہ پاکستان مثبت طور پر اپنی اس منزل کی طرف گامزن ہو سکے جسے بھلائے رکھنے کی پاداش میں گزشتہ نصف صدی سے دربدر کی ٹھوکریں کھانا اس کا مقدر بنا رہا۔

اللھم وفقنا لھذا OO

مسلم قوم کو غلامی سے نجات دلانا موسویؑ منہاج ہے جس پر عمل کرتے ہوئے مسلم لیگ نے جدوجہد کی

لوگوں میں حقیقی تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش عیسویؑ منہاج ہے جس پر تبلیغی جماعت عمل پیرا ہے

جماعت اسلامی محمدیؐ پر کاربند تھی لیکن انتخابی سیاست کی دلدل میں پھنس کر اس نے اپنی منزل کھوٹی کرلی

جس انقلابی راستے کو جماعت اسلامی نے ترک کردیا ہے' اس پر آج تنظیم اسلامی عمل پیرا ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۱۳ نومبر ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

حمد و ثنا' تلاوتِ آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

۶ تا ۸ / نومبر کی تاریخوں میں تنظیم اسلامی پاکستان کا سالانہ اجتماع کراچی میں منعقد ہوا' تقریباً انہی ایام میں تبلیغی جماعت کا سالانہ اجتماع بھی ہوا۔ اس سے دو ہفتے قبل ۲۳ تا ۲۵ / اکتوبر اسلام آباد میں جماعت اسلامی کا اجتماع ہوا' جو بہت اہم بھی تھا اور نمایاں بھی کہ اخبارات میں اس اجتماع کی بھرپور کوریج کی گئی اور کئی صحافی حضرات کے اس حوالے سے کئی روز تک مختلف روزناموں میں مضامین چھپتے رہے۔ اکتوبر کے آخری ہفتے میں ملتان میں "دعوت اسلامی" کا سالانہ اجتماع ہوا' جس کا تعلق بریلوی مکتب سے ہے۔ ان چار اجتماعات کے دوران دو اور اجتماعات ہوئے۔ جن میں سے ایک اجتماع جمعیت اہلحدیث پاکستان کا تھا جو ساہیوال میں منعقد ہوا' دوسرا "دعوت والارشاد" کا اجتماع تھا جو مرید کے میں ہوا' یہ گروہ لشکر طیبہ کے نام سے کشمیر کے جہاد میں شریک ہے۔ مختلف دینی جماعتوں اور تحریکوں پر مشتمل یہ مختلف دھارے ہیں جو بہہ رہے ہیں۔ جن کا ہدف ایک ہی ہے لیکن طریق کار جدا جدا ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدمؑ سے ایں دم تک دین ایک ہی چلا آرہا ہے جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا گیا ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ گویا دین تو سب کا مشترک تھا لیکن دین کے قیام کی جدوجہد کی راہیں مختلف تھیں جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ موسیٰؑ کو تورات' عیسیٰؑ کو انجیل عطا کی گئی اور محمد ﷺ کو قرآن مجید دیا گیا ہے۔ گویا شریعت موسویؑ اور شریعت محمدیؐ دو الگ الگ شریعتیں ہیں اور ہر ایک کا منہاج یعنی طریق کار بھی جداگانہ مقرر کیا گیا۔ اسی موضوع پر میں نے ۶/ نومبر کو کراچی میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے اختتامی اجلاس میں خطاب کیا تھا۔

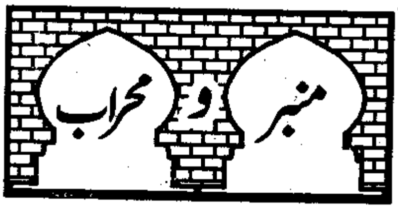

اس موضوع پر اظہارِ خیال کا مقصد یہ ہے کہ دینی جماعتوں اور ان کے کارکنوں کی سوچ میں وسعت پیدا ہو سکے اور وہ اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ کونسی جماعت اور تحریک کس منہاج یا طریق کار پر عمل کر رہی ہے تاکہ "انا ولاغیری" یعنی بس ہم ہی ہم ہیں' کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے کہ اس سے سوچ محدود ہو جاتی ہے۔ بلکہ سوچ کا انداز یہ ہونا چاہئے کہ "نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم' جنید و شبلی و عطار ہم مست!" یعنی اس مے خانہ توحید میں اکیلا میں ہی مدہوش نہیں ہوں بلکہ جنیدؒ و شبلیؒ اور عطارؒ جیسے لوگ بھی اِس مئے خانہ توحید میں مست ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رسولوںؑ کے منہاج میں بھی فرق رہا ہے تو دینی جماعتوں کے مابین منہاج کا فرق ایسی بات نہیں ہے جسے گوارا نہ کیا جاسکے۔ تاہم ایک بات ضرور واضح رہنی چاہئے کہ امت محمدیہؐ کے لئے اصل منہاج' منہاج محمدیؐ ہی ہے' اس لئے کہ ختم نبوت اور تکمیل رسالت کے بعد اب دین محمدؐ ہی کی پیروی کرنا ہوگی۔

امت مسلمہ کو کبھی ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں جن میں کسی دیگر نبیؑ کے منہاج پر عمل کرنے سے بھی مفید نتائج پیدا ہو جائیں' اگرچہ آئیڈیل اور نمونہ کے طور پر ہمارے سامنے منہاج محمدیؐ یعنی اسوۂ محمدیؐ ہی کو سامنے رہنا چاہئے۔ حضرت موسیٰؑ کے اختیار کردہ منہاج اور حضرت عیسیٰؑ کے منہاج میں ان کی بعثت کے حالات کے حوالے سے گہری مماثلت موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی بعثت کا مقصد کیا تھا؟ بنی اسرائیل کے نام سے ایک مسلمان قوم مصر میں فرعون کی غلام ہو چکی تھی۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل فلسطین سے مصر میں جاکر آباد ہوئے تھے۔ اس وقت مصر میں "چرواہے بادشاہوں" کی حکومت تھی۔ عزیز مصر چونکہ حضرت یوسفؑ کا بہت زیادہ گرویدہ ہوگیا تھا لہٰذا بنی اسرائیل کو ایک عرصہ وہاں پیرزادوں کی حیثیت حاصل رہی۔ لیکن جب "چرواہے بادشاہوں" کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور مصر کے اقتدار پر اس کے اصل باشندوں نے قبضہ کرلیا تو اس قومی انقلاب کے بعد بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا گیا' ان سے سخت جبری مشقت لی جانے لگی۔ اہرام مصر کی تعمیر میں ہزاروں اسرائیلی موت کے منہ میں چلے گئے۔ بنی اسرائیل جب آل فرعون کے ہاتھوں بدترین حالات سے دوچار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آزادی کے لئے حضرت موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ کو دو بعثتوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ ان کی ایک بعثت فرعون کی طرف تھی اور دوسری بنی اسرائیل کی طرف کہ انہیں غلامی سے نجات دلائی جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو توحید کی دعوت دی اور ساتھ ہی ساتھ اس سے بنی اسرائیل کو آزادی دینے کا مطالبہ بھی کیا۔ گویا ایک مسلمان قوم کو غلامی سے نجات دلانا فی نفسہ اتنا بڑا کام تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حضرت موسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کے ذریعے فرعون کی غلامی سے چھٹکارا حاصل ہوگیا۔ یوں ایک مسلمان قوم کو اغیار کی غلامی سے نجات دلانے کی جدوجہد کو "منہاج موسویؑ"

سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کو بھی بنی اسرائیل ہی کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس وقت اگرچہ یہود کے بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے' ان کی مذہبی عدالتیں بھی قائم تھیں لیکن فی الاصل ان پر رومی حکمران تھے اور ان کے زیر سایہ یہود کی کٹھ پتلی حکومت بھی قائم تھی۔ قابل غور بات ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی جدوجہد کے دوران رومی حکومت کے خلاف کوئی جدوجہد نہیں کی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہود کا ایک باغی گروپ بھی موجود تھا جو رومی حکمرانوں کے خلاف سرگرم عمل تھا۔ اس گروہ نے حضرت مسیحؑ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی' مگر حضرت مسیحؑ نے اس گروہ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ سیدنا مسیحؑ کی جدوجہد میں اصل اہمیت بنی اسرائیل میں پھر سے روح دین پیدا کرنے کو حاصل رہی۔ انہوں نے غیر ملکی سامراجی حکمران طبقہ کو ہٹانے کی سرے سے کوئی کوشش نہ کی۔ گویا لوگوں کو تجدید ایمان' توبہ اور تجدید عہد کی دعوت دینا اور ان کے قلوب و اذہان میں تقویٰ پیدا کرنا "عیسوی منہاج" ہے' جس پر آج بہت حد تک تبلیغی جماعت عمل پیرا ہے۔

منہاج محمدیؐ کیا ہے؟ حضورؐ نے قریش مکہ کو ایمان کی دعوت دی' جنہوں نے اس دعوت توحید پر لبیک کہا' انہیں منظم کیا' انہیں تربیت کے مراحل سے گزار کر ایک منظم طاقت بنا دیا' پھر اس منظم طاقت کو باطل نظام کے ساتھ ٹکرایا۔ گویا حضورؐ کا منہاج' انقلابی منہاج تھا۔ آپ نے پورے نظام کو بدل کر رکھ دیا۔ ظاہر ہے طاقت کے بغیر نظام تبدیل نہیں ہوتا' جبکہ طاقت منظم جماعت ہی سے وجود میں آتی ہے۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ذریعے باطل نظام کا قلع قمع کر دیا۔ قرآنی الفاظ میں اس باطل نظام کا بھیجا نکال دیا۔ حضورؐ کے "انقلابی منہاج" کے ذریعے جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اس انقلاب محمدیؐ کو پوری دنیا میں عالمگیر سچائی کی حیثیت سے دنیا کا عظیم ترین اور ہمہ گیر انقلاب قرار دیا جاتا ہے۔

اب آیئے متذکرہ بالا بحث کو اپنے حالات پر منطبق کرتے ہیں۔ برصغیر میں علماء کرام نے آزادی کی جدوجہد کی' اگرچہ کچھ لوگ کانگریس کے حامی تھے مگر ان کا مطمع نظر بھی اہل وطن کو انگریز سے آزادی دلانا تھا۔ آزادی کی یہ جدوجہد پچھلی صدی میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے دور ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ تحریک شہیدین کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر انگریز سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد کی۔ آزادی کی یہ جدوجہد ۱۸۵۷ء میں ناکامی سے دوچار ہو گئی۔ انگریزوں نے ہندوؤں کو ابھارا اور مسلمانوں کو دبایا۔ ہندو ہر میدان میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ انگریزوں کے جانے کے بعد اگر ہندوستان ایک وحدت کی حیثیت سے آزاد ہو گیا تو مسلمان انگریزوں کے بعد ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔ اس طرح علماء دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ کی رائے یہ تھی' جو خلوص پر مبنی تھی' کہ پہلے یہاں سے انگریزوں کو نکال باہر کیا جائے اس کے بعد ہندو اور مسلمان مل بیٹھ کر اپنے معاملات طے کر لیں گے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ اب صورتحال تبدیل ہو چکی ہے' چنانچہ اگر مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت کے لئے ہندوؤں سے پیشگی ضمانت حاصل نہ کی تو ہندو مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو ختم کر دے گا۔ آزادی کی جدوجہد دونوں گروہوں میں مشترک تھی' اگرچہ دونوں کے نقطہ نظر میں فرق تھا مگر دونوں طبقات "منہاج موسویؑ" پر عمل پیرا تھے۔ اس منہاج موسویؑ پر عمل کرتے ہوئے تحریک پاکستان کی قیادت قائد اعظمؒ کے ہاتھ میں آ گئی چنانچہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے پاکستان قائم ہو گیا۔

اس صدی میں سب سے پہلے منہاج محمدیؐ کی آذان علامہ اقبال نے بلند کی تھی۔ بقول اقبالؒ

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی' باقی بتانِ آزری

اور

با نشۂ درویشی در ساز و دما دم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی سربلندی کی "اذان" تو علامہ اقبال نے دی جبکہ اس کی "اقامت" ابوالکلام آزاد نے کہی۔ انہوں نے حکومت الٰہیہ کے قیام کا نعرہ بلند کیا اور اسکے لئے "حزب اللہ" قائم کی لیکن بعد ازاں وہ روایتی علماء کی مخالفت سے بددل ہو گئے اور اس جدوجہد ہی سے لاتعلق ہو گئے۔ پھر اس دعوت کا علم مولانا مودودیؒ نے بلند کیا مگر پاکستان کے قیام کے بعد انتخابی سیاست کی دلدل میں پھنس کر جماعت اسلامی نے اپنی منزل کھوٹی کر لی۔ گویا جماعت اسلامی نے منہاج محمدیؐ کے راستے کو ترک کر کے قیام پاکستان کے بعد قومی جماعت کا روپ اختیار کر لیا۔ جس راستے کو جماعت اسلامی نے قیام پاکستان کے بعد ترک کر دیا تھا' اسی پر آج تنظیم اسلامی عمل پیرا ہے۔

اس وقت دنیا میں تین امتیں ہیں۔ امت موسویؑ' امت عیسویؑ اور امت محمدؐ' تینوں امتیں حضرت ابراہیم پر جا کر ایک ہو جاتی ہیں۔ منہاج موسویؑ' منہاج عیسویؑ اور منہاج محمدیؐ کی طرح ایک "منہاج ابراہیمیؑ" بھی تو تھا؟ منہاج ابراہیمؑ یہ تھا کہ دعوت توحید کے جابجا مراکز قائم کئے جائیں۔ اسماعیلؑ کو حجاز میں' اسحٰقؑ کو فلسطین میں اور بھتیجے حضرت لوطؑ کو سدوم اور عامورہ کی طرف بھیج دیا۔

گویا منہاج ابراہیمی میں دین کی دعوت کے مراکز کا قیام ہے۔ ہمارے صوفیاء کا کام منہاج ابراہیمیؑ سے مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء جنہیں سلطان الہند بھی کہا جاتا ہے کی درگاہ میں بیک وقت پانچ ہزار افراد شریک درس ہوتے تھے' انہی لوگوں کو تربیت دے کر ہندوستان کے طول و عرض میں بھیج دیا جاتا تھا' یہ کام بھی وقتی سیاست سے الگ تھلگ رہا۔

حضورؐ کے مقصد بعثت کی تکمیل کے لئے پوری عالم انسانیت پر دین کو غالب و نافذ کرنا اور اس کے لئے منہاج محمدیؐ کو اختیار کرنا ہمارے لئے لازم ہے۔ تاہم جماعت اسلامی' تبلیغی جماعت' الدعوۃ والارشاد اور دعوت اسلامی کے ذریعے جو لوگ دین سے قریب ہو رہے ہیں یہ سب دین کی طرف پیش قدمی ہی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ یہ دینی اثاثہ ایک نہ ایک دن بڑے دینی مقصد کے لئے لازماً کام آئے گا۔

ظالمانہ نظام کا خاتمہ اور عادلانہ نظام کا قیام حضورؐ کی بعثت کا مقصد اصلی تھا' یہی منہاج محمدیؐ ہے۔ معاصر دینی جماعتیں مختلف طریق ہائے کار پر گامزن ہیں۔ ان سب کے لئے سورۂ شوریٰ کی اس آیت میں رہنمائی ہے کہ

﴿اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ یعنی اگرچہ طریق کار مختلف سہی دین تو ایک ہی ہے' ہمارے اعمال کا اجر و ثواب ہمیں ملے گا اور تمہاری سعی و جہد کا ثمر تمہیں حاصل ہو گا' لہٰذا ایک دینی جماعت کو دوسری سے حجت بازی کرنے اور باہم دست و گریباں ہونے کی کیا ضرورت ہے! دینی جماعتوں کے کارکنوں کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ "اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا" ہم سب کی منزل چونکہ ایک ہی ہے لہٰذا جیسے جیسے دینی جدوجہد آگے بڑھے گی اسی نسبت سے حقائق واضح تر ہوتے چلے جائیں گے' اگر ہم تعصب کے پردوں کو حائل نہ ہونے دیں' اپنے کانوں پر پٹی نہ باندھ لیں تو کسی وقت بھی دوسری دینی جماعت کی اختیار کردہ لائن پر دل مطمئن ہو سکتا ہے۔ اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے جیسے حج کے دنوں میں مکہ سے روانہ ہوتے وقت بے شمار قافلے الگ الگ راستوں سے عرفات کے لئے نکلتے ہیں لیکن چونکہ سب کی منزل میدان عرفات ہوتی ہے۔ تمام سڑکیں اور راستے میدان عرفات میں جا کر Converg ہو جاتے ہیں' اسی طرح بالآخر دینی جماعتوں میں قربت پیدا ہو جائے گی۔ بفرض محال اگر یہ نہ بھی ہو سکا تو بھی دین کی سربلندی کے لئے کی گئی کوششیں تو لازماً ایک نہ ایک دن جمع ہو جائیں گی۔ دین کے احیاء سے جو اثرات پیدا ہو رہے ہیں وہ اسلام کو تقویت پہنچانے کا سبب بن رہے ہیں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

سوال یہ ہے کہ بھاری مینڈیٹ کسے ملا تھا؟ مسلم لیگ کو یا فوج کو!

فوجی عدالتیں قائم کر کے دنیا کے کسی ملک میں آج تک مستقل اور پائیدار امن قائم نہیں کیا جاسکا

پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن یہاں زرعی شعبہ تباہی کے آخری دہانے تک پہنچا ہوا ہے

کراچی کی صورتحال پر مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

"کراچی میں امن وامان کے قیام کے سلسلے میں فوج کو ملوث نہیں کیا جائے گا؟" وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے اس اخباری بیان کی ابھی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ کراچی میں فوجی عدالتوں کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ صدر مملکت نے آئین کی دفعہ ۲۴۵ کے تحت ایک آرڈیننس جاری کیا جو فوری طور پر نافذ العمل ہو گا جس کے تحت سندھ میں ملٹری کورٹس قائم کی جائیں گی جو ٹرائل کورٹس اور کورٹس آف اپیل کہلائیں گی۔ اس آرڈیننس کی رو سے سندھ کے بعض مقامات پر سول انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج کو بلایا جاسکے گا جبکہ ہڑتالیں' تالابندی کرانے' گاڑیاں چھیننے' بھتہ وصول کرنے' ہوائی فائرنگ اور خوف و ہراس پھیلانے کے لئے وال چاکنگ کرنے والوں پر مقدمات قائم کئے جائیں گے۔ فوجی عدالتوں کا فیصلہ کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔ فوجی عدالتیں تین روز میں فیصلہ کریں گی۔ فیصلے کے خلاف تین روز میں اپیل کی جا سکے گی جسے ملٹری اپیلیٹ کورٹ تین روز میں نمٹا دے گا۔ کسی مقدمے میں ضمانت نہیں ہو سکے گی۔

موجودہ حکومت کی بیس ماہ کی کارگزاری پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ بھاری مینڈیٹ کسے ملا تھا' مسلم لیگ کو یا فوج کو؟ اس لئے کہ گھوسٹ سکولوں کا کھوج لگانا ہو تو ذمہ داری فوج کو سونپنا پڑی اور اگر شاہراہوں کی تعمیر کا مسئلہ ہو تو بھی حکومت کو فوج سے مدد طلب کرنی پڑی۔ پنجاب میں ناجائز تجاوزات کو مسمار کرنے کا مشن بھی فوج کے حوالے ہوا۔ واپڈا کو سموچا ہی فوج کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ایک حاضر سروس جرنیل کو واپڈا کا چیئرمین بنا کر بجلی چوری کی روک تھام بھی فوجی جوانوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اگرچہ ہم مارشل لاء کی مخالفت بہت سی وجوہات کی بنا پر کرتے ہیں لیکن اس میں ایک بڑی اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ فوجی جوان اور افسر اپنی اصل ڈیوٹی چھوڑ کر سول کے روزمرہ دھندوں میں الجھتے ہیں اور انہیں ایسے معاملات کے بارے میں فیصلے صادر کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جو بڑے نازک ہوتے ہیں اور جن سے لوگوں کے بڑے بڑے مفادات وابستہ ہوتے ہیں' اسی طرح انہیں یہ اختیار

تجزیہ

حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو چوک میں کھڑا کر کے درے ماریں۔ یہ لامحدود اختیارات کرپشن کی راہ دکھاتے ہیں اور با وسائل افراد کی جب جان پر بنتی ہے تو وہ ہر قیمت پر انصاف خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماضی کے مارشل لاؤں میں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں کہ فوجی عدالتوں کے منہ کو جب خون لگا تو انہوں نے اس معاملے میں سول انتظامیہ کو بھی مات کر دیا۔ دنیا کے کسی ملک کی مثال نہیں دی جاسکتی جہاں فوجی عدالتیں قائم کر کے مستقل اور پائیدار امن قائم کیا جاسکا ہو۔

سوال یہ ہے کہ فوجی عدالتوں کے فیصلوں کی بنیادیں کیا ہوں گی۔ ظاہر ہے سول انتظامیہ ہی مقدمات قائم کرے گی۔ وہی پولیس جسے ہر وقت پھٹکار پڑتی رہتی ہے گرفتاریاں کرے گی۔ وہی پہلے سے قائم ایجنسیاں تفتیش کریں گی۔ قانون شہادت تو ویسے بھی فوجی عدالتوں میں دم توڑ جاتا ہے' البتہ پولیس کی چاندی ہو جائے گی۔ ہر ملزم کو دھمکی دی جائے گی کہ اس کا چالان فوجی عدالت میں پیش کیا جائے گا تاآنکہ ملزم اور اس کے لواحقین مناسب "تعاون" نہ کریں۔ کراچی جو انسانوں کا سمندر ہے وہاں مشتبہ' جرائم پیشہ اور تخریب کار افراد کو ڈھونڈ نکالنا' ان پر مقدمات قائم کرنا اور انہیں قرار واقعی سزا دینا کوئی آسان کام نہیں۔ مختلف نوعیت کی چیکنگ اور چھاپوں کی زد میں مجرموں سے زیادہ عام شہری آئیں گے جو بالآخر خود کو پہنچنے والی تکلیف کا ذمہ دار فوج کو ٹھہرائیں گے' جس سے فوج کی حیثیت متنازعہ ہو جائے گی۔

اس وقت جب صوبہ سندھ سیاسی بحران کی لپیٹ میں ہے' پنجاب بری طرح زرعی بحران کی زد میں ہے۔ ہندوستان کو اگر کسی زمانے میں سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہاں کی زمینیں سونا اگلتی تھیں۔ ایشیا بھر میں ہندوستان اناج کا گھر سمجھا جاتا تھا' خاص طور پر پنجاب دوسرے علاقوں کی غلہ کی ضروریات بھی پوری کرتا تھا۔ لیکن یہ افسوسناک امر ہے کہ تقسیم ہند کے بعد بشمول موجودہ حکومت ہماری ماضی کی تمام حکومتوں نے یہ اعتراف کرنے کے باوجود کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور زراعت ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے' زراعت کی طرف قابل ذکر توجہ نہیں دی۔ تقسیم ہند کے بعد زراعت کی ترقی کے معاملے میں پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کی کوششوں کا موازنہ کیا جائے تو یہ افسوسناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ بھارتی حکومتوں نے زراعت کے میدان میں جس سائنٹیفک انداز میں کام کیا اس کا عشر عشیر بھی پاکستان میں نہیں کیا گیا۔ پنجاب ہی کی مثال لے لیں۔ ہمارا پنجاب جو بھارت کے حصے میں آنے والے پنجاب سے تقسیم ہند سے پہلے دگنی گندم فراہم کرتا تھا' آج مشرقی پنجاب ہمارے پنجاب سے نوگنا گندم زیادہ فراہم کر رہا ہے۔ بھارت میں کسان کو ٹیوب ویل کے لئے فری بجلی مہیا کی جاتی ہے جبکہ ہمارے دیہی علاقوں میں سولہ سولہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ معمول کی بات ہے۔ ہماری موجودہ حکومت جو تاجروں اور صنعت کاروں کی حکومت کہلاتی ہے' خاص طور پر کسان کی مٹی پلید کر رہی ہے جس سے زراعت بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور تباہی کے کنارے پر پہنچی ہوئی معیشت کی حالت مزید دگرگوں ہو رہی ہے۔ گزشتہ سال

کھاد کی فصل زیادہ تھی لہذا چینی کے کارخانہ داروں نے کاشتکار کے ناک سے لکیریں نکلوائیں۔ منڈی میں گنے کی اگلی فصل آچکی ہے لیکن کاشتکار کو گزشتہ فصل کی ابھی تک مکمل طور پر ادائیگی نہیں ہوئی اور چینی کے کارخانے دار' جن کی اکثریت اس وقت اقتدار میں ہے' گنے کے کاشتکاروں کی ڈیڑھ ارب روپے سے زائد رقم دبائے بیٹھے ہیں۔

امسال حکومت نے کچھ ایسے اقدامات کئے ہیں جن سے اگلے سال گندم کا زبردست بحران صاف دکھائی دے رہا ہے۔ چینی کے کارخانہ داروں کی طرف سے اس اعلان سے کہ وہ کرشنگ سیزن کچھ وقت کے لئے مؤخر کر دیں گے گندم کے لئے زمین بروقت صاف نہ ہو سکی۔ دوسرا یہ کہ ابھی تک گندم کی امدادی قیمت کا اعلان نہیں کیا گیا جس سے گندم کے کاشتکاروں میں مایوسی پھیل رہی ہے۔ تیسرا اور بدترین کام یہ کیا گیا ہے کہ مصنوعی کھاد کی امپورٹ کو لازمی اشیاء کی فہرست سے نکال دیا گیا جس سے اس کی درآمد ڈالر کے سرکاری ریٹ کی بجائے کمپوزٹ ریٹ پر ہوئی' جس سے اس کی قیمت میں اضافہ ہو گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جب ڈی اے پی کھاد درآمد کرنے کی ضرورت تھی اس کی بجائے ٹی ایس پی درآمد کرلی گئی۔ اِس وقت پنجاب کا کاشتکار ڈی اے پی کھاد کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اب اگرچہ ہنگامی طور پر ڈی اے پی درآمد کرلی گئی ہے لیکن اس وقت جب یہ کھاد زمین کو مل جانی چاہئے تھی حکومت کاشتکاروں کو بتا رہی ہے کہ کھاد کراچی پہنچ چکی ہے اور جلد ہی ملک کے تمام حصوں میں پہنچا دی جائے گی۔ بوائی میں دیر ہونے کی وجہ سے شدید خطرہ ہے کہ گندم کے جھار میں کمی آجائے گی جس سے قلت پیدا ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ راقم نے خلاف معمول ملکی زراعت کے بارے میں اس لئے لکھا ہے کہ آنے والے وقت میں ہمیں نعرہ بازی والی نہیں بلکہ حقیقی خود انحصاری کی ضرورت ہے۔ فرض کریں کہ سی ٹی بی ٹی یا ایف ایم سی ٹی یا این پی ٹی پر دستخط نہ کرنے کے جرم میں امریکہ ہماری امداد بند کرتا ہے یا اس سے بڑھ کر ہماری تجارتی ناکہ بندی کرتا ہے تو کم از کم اپنی بنیادی ضروریات کے معاملے میں تو ہم خود کفیل ہو چکے ہوں۔ یاد رہے اگر کوئی فرد یا معاشرہ یا قوم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے کی محتاج ہے تو وہ کبھی سر اٹھا کر نہیں چل سکتی اور نہ ہی دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتی ہے۔ ایسی قوم یا اس کے لیڈر اگر خودی اور خود داری کا ذکر کرتے ہیں تو یہ محض خود فریبی ہے۔ OO

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

امریکہ کے پاس ثبوت نہیں تھے تو بیگناہ مسلمانوں کو کیوں شہید کیا؟

○ امیرالمومنین افغانستان

اسلامی امارت افغانستان کے امیرالمومنین ملا عمر نے شمالی صوبوں میں قتل عام کے متعلق اقوام متحدہ اور عالمی اداروں کی رپورٹوں کو تعصب پر مبنی' جھوٹ کا پلندہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ طالبان حکومت پر افتراء محض ہے کہ انہوں نے مزار شریف میں ہزاروں کی تعداد میں ہزارہ گان کو قتل کیا ہے۔ بی بی سی کی پشتو سروس سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مزار شریف میں جنگ کے دوران اور طالبان کی آمد سے قبل مقامی لوگوں کی باہمی دشمنی اور عداوت کی بنیاد پر مارے جانے والے لوگوں کے بشمول اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اداروں نے قتل ہونے والوں کی تعداد دو ہزار بتائی ہے اور اس واقعہ کو بے مثال حادثہ قرار دیا ہے ہم نے حال ہی میں قندھار کے ایک صحرا میں ۴۵۰۰ قبریں کھودی ہیں۔ ۳۵۰۰ قبروں میں شہداء کی لاشوں کو دفنا دیا گیا اور ایک ہزار مزید شہداء کی لاشیں آنا ابھی باقی ہیں۔ شہداء کی لاشوں کو شمال سے لایا جا رہا ہے اور تجہیز و تکفین کا سلسلہ جاری ہے۔ دو ہزار باغیوں کی ہلاکت کو اقوام متحدہ والے عظیم سانحہ قرار دیتے ہیں اور ہمارے ہزاروں شہداء کا نام تک نہیں لیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارے جھوٹ بولتے ہیں اور ہمارے شہداء کو نظرانداز کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ گزشتہ سال ہمارے ہزاروں طالبان شمال میں شہید ہو گئے' وصیت کے لئے بھی کسی کو معاف نہیں کیا گیا۔ ہزارہ گان کی عورتیں بھی اس قتل عام میں شریک تھیں لیکن پھر بھی ہم نے صلہ رحمی سے کام لیا اور وہاں مقیم ہزارہ گان کو آرام سے زندہ رہنے کا موقع فراہم کیا۔ ہم نے قطعاً انتقام یا بدلہ نہیں لیا اگر ہم بدلہ لیتے تو وہاں بہت زیادہ نقصان ہو جاتا۔ ایک سوال کے جواب میں امیرالمومنین نے کہا کہ اسامہ تحریک طالبان سے پہلے یہاں آیا تھا اس وقت کیوں امریکہ نے طلب نہیں کیا تھا۔ پھر ہم نے اسامہ کے بارے میں ثبوت اور گواہ مانگنے کا اعلان کیا تو کسی نے ثبوت پیش نہیں کئے ہم اب امریکہ پر بھی مقدمہ چلانا چاہتے ہیں۔ امریکہ نے کیوں بلا ثبوت خوست میں ہمارے مسلمان بھائیوں کو شہید کیا۔ انہوں نے کہا کہ پوست کی کاشت ملک میں گزشتہ ۹۰ سال سے جاری ہے اب ہم پر غصہ کیوں نکالا جا رہا ہے؟ گزشتہ ۲۰ سال سے ملک میں شعبہ تعلیم تباہ ہو چکا ہے پھر خواتین کی تعلیم پر واویلا کیوں کیا جا رہا ہے اور وہ بھی اتنے کم وقت میں! انہوں نے کہا کہ ہم نے پہلے سے موجود وسیع البنیاد حکومت ختم کی ہے کہ اب ہم پر وسیع البنیاد حکومت کا کے قیام دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ یہ تمام باتیں کیوں اور کس لئے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ ہم ہی کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ ان باتوں کا کیا جواب دیں گے' یہ صرف حق کو تسلیم نہ کرنے کی بات ہے اور کچھ بھی نہیں!!

تحائف اور پر تکلف دعوتیں بھی رشوت ہے ○ مولانا نور محمد ثاقب

اسلامی امارت افغانستان کی سپریم کورٹ کے سربراہ مولوی نور محمد ثاقب نے سپریم کورٹ میں فاضل ججوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام' ممنوع اور ناجائز اعمال ہیں' جو ایک مسلمان قاضی کیلئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تحفے تحائف لینا اور مہمان بن کر پر تکلف دعوتوں میں شرکت کرنا بھی ایک طرح کی رشوت ہے۔ اس لئے عدالتوں کے جج صاحبان ایسے غیر شرعی اور ناجائز اعمال سے سختی سے پرہیز کریں اور اپنے آپ کو دنیا و آخرت کی ذلت' رسوائی اور تباہی سے بچائے رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ قضاء کی ذمہ داری بہت بھاری ہے اور یہ منصب عقلمندی اور دانشمندی کا تقاضا کرتا ہے۔

اسلامی نظام قربانی کے بغیر ناممکن ہے ○ مولوی نور جلال جلالی

افغان نائب وزیر داخلہ مولوی نور جلال جلالی نے کہا ہے کہ امت مسلمہ کی عزت وقار اور عظمت رفتہ کو دوبارہ بحال کرنے کا وقت آگیا ہے۔ عالم اسلام کو موجودہ حساس اور نازک حالات میں چوکس اور ہوشیار رہنا ہوگا۔ اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قربانی اور جدوجہد کے بغیر اسلامی نظام کے لئے راہ ہموار کرنا اور استقلال و خود مختاری سے زندگی بسر کرنا ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کے خلاف عالمی پروپیگنڈہ کی بنیادی وجہ کفار اور مغربی ممالک کی اسلام دشمنی ہے۔ افغان قوم کو طالبان کی حقانیت اور صداقت معلوم ہے وہ دشمنوں کے منفی اور زہر انگیز پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔ (ضرب مومن ۱۳ تا ۱۹ نومبر ۹۸ء)

تنظیم اسلامی کی دعوت' طریق کار اور نصب العین

انجینئر نوید احمد کا تحریر کردہ ذیل کا مضمون کراچی میں تنظیم اسلامی کے ۲۳ ویں سالانہ اجتماع کے موقع پر مقامی اخبارات کو بغرض اشاعت ارسال کیا گیا تاکہ اہل کراچی تنظیم اسلامی' اس کے طریق کار اور مقاصد سے آگاہ ہو سکیں۔ روزنامہ "جنگ" کراچی نے اس مضمون کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ (ادارہ)

تنظیم اسلامی کا تیئسواں سالانہ اجتماع ۶/نومبر جمعہ تا ۸/نومبر بروز اتوار قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا جس میں نہ صرف اندرون ملک بلکہ کئی بیرونی ممالک سے بھی بندگان خدا نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی کے امیر معروف مفکر قرآن جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تنظیم اسلامی نہ تو معروف معنوں میں کوئی سیاسی جماعت ہے اور نہ ہی کوئی مذہبی فرقہ بلکہ یہ ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے جو اولاً پاکستان اور پھر پورے عالم میں اقامت دین کے لئے جدوجہد میں سرگرم عمل ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد' وہ عظیم فریضہ اور مشن ہے جس کی نسبت انبیاء اور رسولوں کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ میں تمام رسولوں کا' سورۃ الشوریٰ کی آیت ۱۳ میں پانچ جلیل القدر رسولوں کا اور سورۂ صف کی آیت ۹' سورۂ توبہ کی آیت ۳۳ اور سورۂ فتح کی آیت ۲۸ میں خصوصاً نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں آمد کا مقصد "اقامت دین" قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک کٹھن جدوجہد کے بعد اقامت دین کی منزل سر کی اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصہ میں وسیع خطہ ارضی پر اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو گیا۔ دور فاروقی میں یہ نظام اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا اور عدل وانصاف' اخوت و مساوات اور اظہار آزادی رائے کی ایسی مثال قائم ہوئی جس کا اعتراف کئی غیر مسلموں نے بھی کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر تو عروج و زوال کے دور آتے رہے لیکن اسلام رفتہ رفتہ دنیا میں مغلوب ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی ہجری ہندوستان میں اکبر اعظم کے دور میں جہاں مسلمانوں کو ہندوستان میں عظیم الشان عروج حاصل ہوا وہیں اسلام پر ایسا زوال آیا کہ اسے یکسر ختم کر کے دین الٰہی جاری کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔ شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ نے اس سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اسے ناکام و نامراد کر دیا۔ بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی تحریروں کے ذریعہ اسلام کو بحیثیت عادلانہ نظام زندگی زندہ کیا۔ تیرہویں صدی ہجری میں سید احمد بریلوی شہیدؒ نے پھر سے اس عادلانہ نظام کے قیام یعنی اقامت دین کے لئے تاریخ ساز عسکری جدوجہد کی اور چودھویں صدی ہجری میں دنیا کے کئی خطوں میں احیائی تحریکیں اقامت دین کے عظیم مشن کے لئے برسرپیکار ہوئیں جن میں سے ایک تنظیم اسلامی ہے۔ تنظیم اسلامی کا قیام مارچ ۸۵ء میں لاہور میں عمل میں آیا تھا لیکن جلد ہی اس کا دائرہ کار پاکستان کے طول و عرض اور کئی دیگر ممالک میں وسیع ہو گیا۔ ان ممالک میں امریکہ' فرانس' کنیڈا' ناروے' سعودی عرب' ابو ظہبی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تنظیم اسلامی کے نمایاں اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) تنظیم اسلامی کا نصب العین صرف اور صرف رضائے الٰہی اور نجات اخروی کا حصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے کارکنان دنیوی نتائج سے بے پرواہ ہو کر مستقل مزاجی کے ساتھ اقامت دین کی جدوجہد میں تن من دھن کے ساتھ کوشاں ہیں۔

(۲) تنظیم اسلامی دین اسلام کا ایک جامع' وسیع اور حرکی تصور پیش کرتی ہے جو محض عقائد' عبادات اور رسومات ہی سے نہیں بلکہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام گوشوں سے متعلق مسائل سے بحث کرتا ہے۔

(۳) تنظیم اسلامی کا طریقۂ کار خالصتاً سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ اس طریقۂ کار کے مطابق دنیا میں عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کے لئے معاشرے کے استحصالی عناصر سے کشمکش اور تصادم ناگزیر ہوتا ہے۔ اگر محض وعظ و نصیحت سے یہ کام ممکن ہوتا تو رحمت العالمین ﷺ کو قتال فی سبیل اللہ کے مرحلے کی ضرورت نہ ہوتی۔ البتہ موجودہ دور میں نظام اجتماعی میں چند بڑی تبدیلیوں کی وجہ سے اس استحصالی نظام کے خلاف مسلح جدوجہد کے کامیابی کے امکانات کم نظر آتے ہیں لہٰذا تنظیم اسلامی اس جدوجہد کو ایک ایسے پرامن لیکن منظم احتجاج کی صورت میں آگے بڑھانا چاہتی ہے جس میں گھیراؤ تو ہے لیکن جلاؤ اور توڑ پھوڑ نہیں ہے۔ ایران میں اسی نہج پر انقلاب برپا ہو چکا ہے۔

(۴) تنظیم اسلامی کی دعوت کا خاص وصف اس کا خالصتاً قرآنی ہونا ہے۔ تنظیم اسلامی کے اکثر مقررین ڈاکٹر اسرار احمد کے زیر نگرانی کام کرنے والے ادارے انجمن خدام القرآن کے تحت قائم شدہ قرآن اکیڈمیز سے بنیادی علوم قرآن حاصل کیے ہوئے ہیں۔

(۵) تنظیم اسلامی کا نظم مروجہ جمہوری انداز کے برعکس بیعت سمع و طاعت فی المعروف کی منصوص مسنون اور ماثور اساس پر قائم ہے۔ عالم اسلام کی تاریخ میں جب بھی کوئی اجتماعیت قائم ہوئی وہ بیعت سمع و طاعت کے اصول پر ہی قائم ہوئی۔ البتہ بیسویں صدی عیسوی میں مغربی فکر کے اثرات سے مرعوب ہو کر مسلمانوں نے اس اساس کو ترک کر دیا لیکن تنظیم اسلامی نے پھر سے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۶) تنظیم اسلامی کی دعوت میں جوش پر عقل و دانش کا غلبہ ہے۔ ہر بات دلائل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جذباتیت کے برعکس سنجیدگی' متانت اور وقار اس کے کارکنان کا نمایاں وصف ہے۔ اس کی نمایاں جھلک تنظیم اسلامی کے تحت منعقد ہونے والے جلسوں اور مظاہروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شہر کراچی پچھلے کئی برسوں سے بدامنی اور دہشت گردی کا شکار ہے۔ اللہ سبحانہ' تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تنظیم اسلامی کے اس شہر میں اجتماع کو باعث برکت بنائے اور تنظیم اسلامی کے مشن کی اپنے خصوصی فضل و کرم سے تکمیل فرمائے تاکہ اسلام کا عادلانہ نظام غالب ہو اور ظلم و استحصال کی جڑ کٹ جائے جو نہ صرف کراچی بلکہ پوری دنیا میں فساد کا اصل سبب ہے۔ آمین

رمضان المبارک کا عظیم تحفہ
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
تالیف: ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

انتقال پر ملال

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے نقیب اعلیٰ زون نمبر ایک' جناب سہیل خورشید کے پھوپھا کا ساہیوال میں انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

پاکستان' اسلام اور جمہوریت

تحریر : ابن صالح

ذیل کی تحریر ایک مخصوص زاویۂ فکر کی نمائندگی کرتی ہے' جو ادارے کے نقطہ نگاہ سے پورے طور پر ہم آہنگ نہیں ہے۔ تاہم موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم قارئین کو بھی اس پر تبادلہ خیال کی دعوت دیتے ہیں اور اس موضوع پر موصول ہونے والی دیگر سنجیدہ تحریروں کو بھی "ندائے خلافت" میں جگہ دینے میں ہم خوشی محسوس کریں گے۔ (ادارہ)

ہر شخص جانتا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا للذا نہ صرف یہ کہ پاکستان کی بقاء کا جواز اسلام ہے بلکہ اس کا ذریعہ بھی اسلام ہے۔ یعنی پاکستان کی بقا اور استحکام کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے ورنہ یہ ملک اپنے قیام کا جواز کھودے گا۔ اسی طرح یہ بات بھی ہر شخص کے علم میں ہے کہ پاکستان ایک جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں وجود میں آیا تھا۔ ہم نے یہ علاقہ فتح نہیں کیا تھا للذا پاکستان کے لئے جمہوریت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنا اسلام۔ بقول جناب ڈاکٹر اسرار احمد اسلام پاکستان کا باپ ہے تو جمہوریت اس کی ماں ہے' مگر جس طرح پاکستان کا قیام ایک معجزہ تھا اسی طرح یہ بھی معجزہ ہے کہ اسلام اور جمہوریت دونوں کے بغیر پاکستان نہ صرف آج تک قائم ہے بلکہ بتدریج اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے' گویا پاکستان کا قیام اور اس کی بقا کسی خصوصی تدبیر الٰہی کا مظہر ہے۔

بہر حال پاکستان ہم نے اس لئے حاصل کیا تھا کہ یہاں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ قائم کرکے دنیا کو دکھائیں گے۔ لیکن لاکھوں جانوں اور ہزاروں عصمتوں کی قربانی دینے کے بعد جب اس کا وقت آیا کہ جاگیرداری ختم کرکے اسلام کے عادلانہ نظام کی بنیاد رکھیں تو اقتدار پر جاگیرداروں اور نوابوں نے قبضہ کرلیا اور انگریز سے ورثہ میں ملنے والی سول و ملٹری بیوروکریسی اور ہندو بنیا کی جگہ آنے والے سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر ملک کے تمام وسائل اور ذرائع اپنی گرفت میں لے لئے۔ اس طرح یہ طبقہ ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔

رہے اسلام اور جمہوریت تو ان کی حیثیت یہاں حکمران طبقہ کے آلہ کار سے زیادہ نہیں رہی۔ انگریز برا بھلا جو بھی تھا ایک نظام چھوڑ کر گیا تھا' اس میں قانون کی حکمرانی کا تصور تھا' مناسب ادارے موجود تھے مگر یہاں کے حکمران طبقہ نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ان سب کو ملیا میٹ کرکے ملک و قوم کو اندھے کنوئیں کی طرف دھکیل دیا۔ کرپشن اور لوٹ مار کی وجہ سے ملک دیوالیہ ہوگیا' اخلاق و کردار کا جنازہ نکل گیا۔ لاقانونیت' جرائم اور دہشت گردی قابو سے باہر ہوگئے لیکن ساتھ ہی چیونٹی کی چال سے ہی سہی اسلام کی جانب بھی پیش رفت جاری رہی اور اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پستی اور گراوٹ کی انتہا کو پہنچنے کے بعد پاکستان میں اسلام کا قیام زیادہ دور کی بات نہیں رہی۔ ان شاء اللہ ملک کے اندر اور باہر رونما ہونے والے حالیہ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہم خواہی نخواہی اسلام ہی کی طرف جارہے ہیں۔

مگر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کے ہوتے ہوئے پاکستان حقیقی اسلامی' جمہوری' فلاحی ریاست نہیں بن سکتا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کو بغیر طاقت کے ختم نہیں کیا جاسکتا اور طاقت کا مطلب ہے جمہوریت کی نفی۔ جبکہ ہمارے پیش نظر اسلام اور جمہوریت دونوں کی اہمیت ہے۔ اگرچہ اس وقت جو سیاستدان جمہوریت اور آئین کی بالادستی کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں وہ محض ڈرامہ ہے۔ جمہوریت اور آئین سے ان کی دلچسپی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ انہیں صرف اپنے مفادات سے غرض ہے۔ جمہوریت یہاں ہے کہاں' کیا جمہوریت اسے کہتے ہیں جس سے صرف لوٹ مار کا کام لیا جاتا ہو اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو' ایسا بھی کوئی آئین ہوتا ہے؟ بہر حال یہ بات طے ہے کہ بغیر طاقت کے کوئی بامعنی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اگر جمہوریت ہو تب بھی اس کی بساط لپیٹنی پڑے گی۔ ظلم اور استحصال کا خاتمہ کرنے کے بعد اسلام کا نظام بلاشبہ جمہوری اصولوں پر استوار ہوگا لیکن اسلام ایسی جمہوریت کا متحمل نہیں ہوسکتا جس میں ظلم اور استحصال ہو۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وزیراعظم نواز شریف کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ سینٹ سے شریعت بل منظور کرانے اور اسے نافذ کرنے کے لئے غیر معمولی اقدامات کرسکیں۔ اصولی طور پر تو اس کا جواب "نہ" میں ہے کیونکہ نواز شریف نے جس آئین کے تحت انتخابات میں کامیاب ہوکر اقتدار حاصل کیا ہے اس کے اندر رہتے ہوئے وہ جو کام کرسکتے ہیں' انہیں صرف وہی کرنا چاہئے' ویسے بھی جاگیرداری و سرمایہ داری کا خاتمہ ان کے ایجنڈے میں شامل نہیں ہے' جس کے لئے انہیں خصوصی اختیارات درکار ہوں گے' دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر انہیں واقعتاً کوئی تبدیلی لانا ہے تو لازماً طاقت استعمال کرنی پڑے گی اور یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہاں عملاً پہلے ہی "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون رائج ہے۔ جو گروہ حکومت میں ہوتا ہے وہ اپنی من مانی کرنے میں ہر طرح آزاد ہوتا ہے۔ کوئی آئین' کوئی قانون اس کا راستہ نہیں روک سکتا اور جو گروہ حکومت سے باہر ہوتا ہے وہ اپنی باری آنے تک چور چور کا نعرہ بلند کرتا رہتا ہے جبکہ حقیقت میں دونوں ایک ہوتے ہیں' اگر یقین نہ آئے تو ان کی آپس کی رشتہ داریوں کی تفصیلات دیکھ لیں۔

ان حالات میں تنظیم اسلامی کی جدوجہد منفرد بھی ہے اور نہایت حوصلہ شکن بھی' اس لئے کہ تنظیم اسلامی کی جمہوریت کی غیر مشروط تائید ہمیشہ "اپوزیشن" کے حق میں جاتی ہے جبکہ اپوزیشن کی "جمہوریت" کی تعریف اور مقاصد میں اور تنظیم اسلامی کی جمہوریت کی تعریف اور مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تنظیم اسلامی چونکہ نہ تو انتخابی سیاست میں شامل ہے' نہ کسی کی حلیف یا یا حریف ہے اور نہ ہی اس کے پیش نظر کوئی فوری دنیاوی مقاصد ہیں اس لئے اس کی یہ مجبوری بھی ہے اور اس کے لئے جائز بھی یہی ہے کہ اپنے اصولی موقف یعنی اسلامی' جمہوری' فلاحی ریاست کا قیام پر' قائم رہتے ہوئے اپنی جدوجہد جاری رکھے۔ لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ تنظیم اسلامی نہ حکومت اور نہ اپوزیشن کے کھاتہ میں آتی ہے جبکہ لوگوں کی اکثریت' جذباتی طور پر کسی ایک طرف ہوتی ہے' اس طرح تنظیم اسلامی کی دعوت اور جدوجہد مسلسل خسارہ میں رہتی ہے۔ البتہ اس کا ایک فائدہ بھی ہے کہ ایک صحیح تصور کے کم از کم ذہنوں کی حد تک تو زندہ رہنے کا امکان ہے۔ بہر حال اس حوالے سے سوچ بچار ہوتے رہنا چاہئے تاکہ اگر دعوت کی خاطر اس موقف میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو تو وہ عمل میں لائی جاسکے۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستور خلافت کی تکمیل

مسلمان خواتین کو مغربی عورت جیسے "حقوق" حاصل کرنے کے لئے اسلام کو ترک کرنا ہو گا!

اسلام نے خواتین کو چودہ سو سال پہلے ہی ہر قسم کی غلامی سے نجات دلادی تھی.

مسلم خواتین اور حقوق نسواں کا علمبردار مغرب

ایران سے شائع ہونے والے ماہنامہ "مجوبہ" سے انتخاب   ترجمہ : منزہ یونس

اسلام کے خلاف مغربی دنیا خواتین کے حقوق کے حوالے سے خاص طور پر پروپیگنڈہ کرتی ہے۔ اسلام اور اس کی روحانی اقدار پر حملہ کرنے والے صرف مغربی منصوبہ ساز یا صیہونی مفکرین ہی نہیں بلکہ خواتین کے وہ گروہ بھی شامل ہیں' جو خواتین کے حقوق کے علمبردار ہیں۔ ان کا نقطہ نظر بہت سادہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں مغربی خاتون کو تمام حقوق حاصل ہیں جبکہ انہی مغربی ممالک میں رہنے والی مسلم خواتین ایسے تمام حقوق سے یکسر محروم ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے خواتین کے حقوق کے علمبردار اس طبقہ کے مطابق مسلمان خاتون کو مغربی خواتین جیسے تمام حقوق حاصل کرنے کے لئے لامحالہ اسلام کو ترک کرنا ہو گا۔ ایک عام مبصر بھی ان نظریات سے مات کھا جائے گا؟

خواتین کے حقوق کا علمبردار طبقہ ایسی مسلم خواتین کو "oppressed" (مظلوم) سمجھتا ہے جو پردہ سمیت اسلامی طرز کا لباس پہنتی اور اپنے خاندان کا لحاظ کرتی ہیں۔ حقوق نسواں کے علمبردار مغرب کے نزدیک عورت صرف اس صورت میں آزاد تصور کی جاتی ہے جب اسے اپنا طرز زندگی اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہو' وہ منی سکرٹ پہنتی ہو اور پہلوانی کرنے میں بھی آزاد ہو' وہ ڈسکو ڈانسر اور ملکہ حسن ہو' ماڈل گرل ہو' ایک سیاست دان ہو اور مہمانوں کو خوش آمدید کہنے والی ہو۔

۹۵ء میں چین کے دارالحکومت بیجنگ میں خواتین کے حقوق کے موضوع پر منعقدہ کانفرنس میں حقوق نسواں کے علمبردار طبقہ نے مسلم خاتون کو اسلام سے اور دیگر خواتین کو مذاہب سے آزادی حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ حقوق نسواں کی علمبردار امریکی "Betty Freidan" نے ان خطرات کا اظہار کیا جو بقول اس کے اسلامی قدامت پرست طبقات کی طرف سے انہیں لاحق ہیں۔ بیجنگ کانفرنس میں شامل خواتین ہم جنس پرستوں کے گروہ کی رہنما نے اعلان کیا کہ کائنات میں ایک قادرِ مطلق یا دنیا کے ایک خالق حقیقی کے بارے میں سوچنا سب سے بڑی غلطی ہے۔ مزید یہ کہ لوگوں کو خدا کی کمزوری کو سمجھ لینا چاہئے۔ اس کانفرنس میں نہ صرف طوائفوں کے حقوق کے بارے میں کھل کر گفتگو ہوئی بلکہ ہم جنس پرست خواتین اور ہم جنس پرست مردوں اور آزاد جنسی زندگی اختیار کرنے کے لئے بچوں کے حقوق سے متعلق آزادانہ بحث کے علاوہ اسلام اور دیگر مذاہب پر کھلے عام اور بلا جھجک تنقید کی گئی۔

بد قسمتی سے مغربی ممالک میں رہنے والی ہماری مسلم بہنیں اسلامی اقدار پر اس یلغار اور پروپیگنڈے کے حقیقی اسباب سے بے خبر ہیں۔ اسی لئے وہ لاشعوری طور پر خواتین کے علمبردار طبقہ کی حمایت میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ مغرب کو ٹیکنالوجی کے میدان میں برتری حاصل ہے' تاہم ایک یہی عنصر غالب نہیں اور اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ اہل مغرب کو اپنے ممالک میں آباد مشرقی لوگوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کی پوزیشن تو اس کی الگ شناخت کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس کا مرکز و محور محض انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ مغرب میں حقوق نسواں کی تحریک' جو بد قسمتی سے کئی ایک مسلم معاشروں میں بھی فروغ پا رہی ہے' ساٹھ کی دہائی میں شروع ہوئی تھی جب صنعتی ترقی کے نتیجے میں کارخانوں میں بڑی تعداد میں مزدوروں کی ضرورت پڑی۔ اس وقت ہی سے صنعتی دور میں دوسری جنگ عظیم میں ہونے والے نقصانات کے ازالہ کا آغاز ہوا تھا۔ اس وقت محنت کشوں کی شدید ضرورت تھی چنانچہ جب مرد ناکافی ہو گئے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف نو آبادیاتی علاقوں کے باشندوں کا استحصال کیا گیا بلکہ اسی زمانے میں عورتوں کو بھی "آزادی" کے دلفریب نعرے کے زیر اثر کارخانوں میں کام کرنے کی طرف راغب کیا گیا۔

اس زمانے میں مغرب میں ایک نئی اقتصادی "قدر" تشکیل دی گئی جس کے تحت اگرچہ میاں اور بیوی دونوں کام کرتے تھے لیکن پھر بھی وہ خاندان کے افراد کے لئے خوراک' لباس اور گھر کے دیگر ضروری اخراجات بھی پورے نہ کر سکتے تھے۔ میاں اور بیوی دونوں کے کام کرنے سے جو پیچیدگیاں سامنے آئیں ان کی وجہ سے طلاق کی شرح میں اضافہ ہوا' بچوں کی پرورش اور تربیت نظرانداز ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ بچوں کی پیدائش میں وقفہ اور اسقاط حمل جیسے مسائل نے سر اٹھایا اور اسی سے مخلوط جنسی زندگی کے تصور نے بھی جنم لیا۔ چنانچہ جنسی آوارگی کے لئے مغربی عورت کو آزادی اور رہائی کے نام پر غلام بنا لیا گیا۔ حیران کن امر یہ ہے کہ مغرب کی یہ "عورت" جسے مردوں نے جنسی تسکین کے لئے اپنا غلام اور آلہ کار بنا رکھا ہے' اپنے ممالک میں آباد مسلم خواتین کو ایسا ہی طرز زندگی اپنانے کی راہ دکھا رہی ہے اور اسی گڑھے میں گرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ اپنے نظریئے کو ثابت کرنے کے لئے مغرب کا حقوق نسواں کا علمبردار طبقہ پاکستان کی بے نظیر بھٹو' ترکی کی تانسو چیلر اور بنگلہ دیش کی خالدہ ضیاء کی مثال پیش کرتا ہے' جو ان کے بقول مغربی طرز زندگی کو اپنانے کی وجہ ہی سے اس "مقام" پر پہنچی ہیں۔ خواتین کے حقوق کا علمبردار یہ طبقہ جان بوجھ کر ان کامیابیوں پر غور کرنے سے گریزاں ہے جو ان دوسری بہت سی خواتین نے حاصل کی ہیں' جو اسلامی اقدار کی پابند رہی ہیں۔

حقوق نسواں کے علمبرداروں کی مسلم خواتین کو آزادی دلانے کی یہ نام نہاد تحریک درحقیقت مسلم خواتین کو سیدھے راستے سے منحرف کرنے کی ایک گہری سازش ہے' جسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ خواتین کا یہ

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

موجودہ دور میں جہاد کی اہمیت

تحریر : محمد توصیف الحق صدیقی، کراچی

قرآن حکیم میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۹ تا ۱۹۳ میں جہاد و قتال کا حکم نہایت وضاحت کے ساتھ آیا ہے :

﴿ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ، وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ، فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ، فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ ﴾

"اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اس لئے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی نہ لڑو مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں تو تم بھی بے تکلف انھیں مارو کہ ایسے کافروں کی سزا یہی ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔"

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے لئے کام میں تمہارا راستہ روکتے ہیں اور اس بنا پر تمہارے دشمن ہو گئے ہیں کہ تم خدا کی ہدایت کے مطابق نظام زندگی کی اصلاح کرنا چاہتے ہو اور اس اصلاحی کام کی مزاحمت میں جبر و ظلم کی طاقتیں استعمال کر رہے ہیں، ان سے جنگ کرو۔ اس سے پہلے جب تک مسلمان کمزور اور منتشر تھے ان کو صرف تبلیغ کا حکم تھا اور مخالفین کے ظلم و ستم پر صبر کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی جبکہ مدینے میں مسلمانوں کو ایک مرکز میسر آگیا تھا۔ پہلی مرتبہ حکم دیا جارہا ہے کہ جو لوگ اس دعوت اصلاح کی راہ میں مزاحمت کرتے ہیں ان کی تلوار کا جواب تلوار سے دیا جائے۔ اس کے بعد ہی جنگ بدر پیش آئی اور لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں فتنے کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جس میں انگریزی کا لفظ (Persecution) استعمال ہوتا ہے، یعنی کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنانا کہ اس نے رائج الوقت نظریات کی جگہ کچھ دوسرے خیالات و نظریات کو حق پاکر قبول کرلیا ہے اور وہ تبلیغ کے ذریعے سے سوسائٹی کے موجود الوقت نظام میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ بلاشبہ انسانی خون بہانا بہت برا فعل ہے۔ لیکن جب کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد دوسروں پر مسلط کرے اور لوگوں کو قبول حق سے جبر کے ساتھ روکے اور اصلاح و تغیر کی جائز و معقول کوششوں کا مقابلہ دلائل سے کرنے کے بجائے حیوانی طاقت سے کرنے لگے تو وہ قتل کی بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور ایسے گروہ کو بزور شمشیر ہٹا دینا بالکل جائز ہے۔

صلیبی جنگوں میں اسی جذبے کے تحت سلطان نور الدین زنگی شہید اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے حصہ لیا اور عیسائیوں و یہودیوں کو شکست فاش دی۔ مسلمان فاتحین کی ان ولولہ انگیز مہمات نے دنیا کے ایک بڑے حصے کو متاثر کیا جس کو آج تک یہودی اور عیسائی لابی نہیں بھولی اور مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کے لئے نت نئے حربے استعمال کرتی رہتی ہے۔ اسی طریقہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کمیونسٹ لابی نے ۱۹۸۹ء میں افغانستان کے اندر مداخلت کی تاکہ زارِ روس کے خواب کی تکمیل کی جاسکے لیکن جہادِ افغانستان کے سبب نہ صرف روس کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا بلکہ سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بوسنیا، چیچنیا اور مقبوضہ کشمیر میں جہادِ حریت زور و شور سے جاری ہے۔ ملت کفر اب اس بات پر متفق ہو گئی ہے کہ ملت اسلامیہ سے بدلہ لیا جائے۔ پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس کا قیام اسلام کے نام پر ہوا جو اب اللہ کے فضل و کرم سے دنیا میں سب سے پہلا اسلامی ایٹمی ملک ہے۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد سے مسلسل امریکہ، ہندوستان، برطانیہ، روس اور اسرائیل نے اس عظیم الشان مملکت کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنا رکھے ہیں۔ کراچی، جو کہ پاکستان کا دل ہے، میں آئے دن کی دہشت گردی انہی مذموم مقاصد کے لئے کرائی جارہی ہے تاکہ محب وطن اشخاص کا خاتمہ کیا جاسکے اور کراچی کو پاکستان سے خدانخواستہ الگ کیا جاسکے۔ ان بڑی طاقتوں کے ایجنٹ کراچی میں سرگرم عمل ہیں۔ حکیم محمد سعید جیسی علم دوست و عظیم شخصیت کو اسی مقصد کے لئے قتل کرایا گیا۔ اس سے پہلے تکبیر کے ایڈیٹر جناب محمد صلاح الدین کو شہید کیا گیا۔ ہر ذی شعور مسلمان کو جہاد کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہئے۔ حالات و واقعات اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ دشمن اپنے ناپاک عزائم کے لئے کراچی میں امن قائم نہیں ہونے دیگا اور معصوم جانیں اسی طرح ضائع ہوتی رہیں گی۔

جہاد ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ جہاد سے عالم کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔ تمام اہلیان پاکستان اور خصوصاً کراچی کے غیور مسلمان بھائیوں سے پُر زور اپیل ہے کہ وہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ ورنہ خدانخواستہ کہیں پاکستان کی سالمیت پر آنچ نہ آجائے۔ امید ہے کہ میری اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ بقول علامہ اقبال :

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

بقیہ : گوشہ خواتین

گروہ حجاب کے خلاف ہے اور اس پر پسماندگی کی علامت کی چھاپ لگاتا ہے، یہ جاننے کی کوشش کئے بغیر کہ مسلم خواتین اس کے بارے میں کیا محسوس کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر خواتین کے حقوق کے علمبردار بوسنیا کی مسلم خواتین کے طرز زندگی کے بارے میں کچھ کہنے سے بالکل قاصر ہیں۔ کیا یہ اس وجہ سے ہے کہ سیاسی مدبرین کو اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا؟ خواتین کے حقوق کے علمبردار خواتین پر ظلم کے مجرم ہیں خاص طور پر بوسنیا، فلسطین، کشمیر اور دنیا کے دوسرے حصوں میں مسلمان خواتین پر ہونے والے ظلم کے۔ خواتین کو غلام بنانے اور اسلام پر حملہ کرنے کی بجائے خواتین کے حقوق کے علمبردار طبقہ کو مغربی خواتین کی تذلیل کے حقیقی اور بنیادی اسباب کے خلاف جنگ لڑنا چاہئے اس لئے کہ اسلام نے تو خواتین کو چودہ سو سال پہلے ہی غلامی سے نجات دلوادی تھی اور یہ متوازن، مقدس، پاکیزہ اور باوقار دین ہے۔

ہر طرح کے راحت و آرام کے باوجود دل میں اطمینان نہ تھا

میں پیغمبر اسلامؐ کے فرمان "عورت نازک آبگینے کی طرح ہے" پر جھوم اٹھی

میں نے قرآن پڑھا تو میرے تمام سوالات حل ہو گئے

ایک امریکی کرسچین عورت کے قبول اسلام کی داستان

ترجمہ : سید عرفان علی

میرا نام امینہ جناں ہے۔ میں امریکہ کی ریاست لاس اینجلس کے علاقہ ویسٹ میں پیدا ہوئی۔ میرے والدین پروٹسٹنٹ عیسائی تھے اور ننھیال و ددھیال دونوں طرف مذہب کا بڑا چرچا تھا۔

ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی تو میری شادی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی میں ماڈلنگ کے پیشے سے منسلک ہو گئی۔ خدا نے مجھے اچھی شخصیت عطا کی تھی اور میں خوب محنت کرتی تھی' اس لئے میرا کاروبار خوب چمکا' پیسے کی ریل پیل ہو گئی۔ شوفر' بہترین گاڑیاں' غرض آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ حالت یہ تھی کہ بعض اوقات ایک جوتا خریدنے کے لئے بھی ہوائی سفر کر کے دوسرے شہر جاتی تھی۔ اس دوران میں ایک بیٹے اور بیٹی کی ماں بھی بن گئی' مگر سچی بات ہے کہ ہر طرح کے آرام و راحت کے باوجود دل مطمئن نہ تھا۔ بے سکونی اور اداسی جان کا گویا مستقل آزار بن گئی تھی اور زندگی میں کوئی زبردست خلا محسوس ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ میں نے ماڈلنگ کا پیشہ ترک کر دیا' دوبارہ مذہبی زندگی اختیار کر لی اور مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی تبلیغ کی رضاکارانہ خدمات انجام دینے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مزید تعلیم کے لئے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ خیال تھا کہ اس بہانے شاید روح کو کچھ سکون ملے گا۔ اس وقت میری عمر تیس برس تھی۔

اسے میری خوش قسمتی ہی کہئے کہ مجھے ایک ایسی کلاس میں داخلہ مل گیا جس میں سیاہ فام اور ایشیائی طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ بڑی پریشان ہوئی مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ مزید تشویش یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ ان میں خاصے لوگ مسلمان تھے اور مجھے مسلمانوں سے انتہائی نفرت تھی۔ میرے نزدیک عام یورپی سوچ کی طرح' اسلام وحشت و جہالت کا مذہب تھا اور مسلمان غیر مہذب' عیاش' عورتوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے مخالفوں کو زندہ جلا دینے والے لوگ تھے۔ امریکہ اور یورپ کے عام مصنفین اور مؤرخ یہی کچھ لکھتے آرہے ہیں۔ بہرحال شدید ذہنی کوفت کے ساتھ تعلیم شروع کی۔ اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں ایک مشنری ہوں' کیا عجب کہ خدا نے مجھے ان کافروں کی اصلاح کے لئے یہاں بھیجا ہو' اس لئے مجھے پریشان نہیں ہونا چاہئے چنانچہ میں نے صورتحال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت میں مبتلا ہو گئی کہ مسلمان طالب علموں کا رویہ دیگر سیاہ فام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا وہ شائستہ' مہذب اور باوقار تھے۔ وہ عام امریکی نوجوانوں کے برعکس لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند کرتے نہ آوارگی اور عیش پسندی کے رسیا تھے۔ میں تبلیغی جذبے کے تحت ان سے بات کرتی' ان کے سامنے عیسائیت کی خوبیاں بیان کرتی تو وہ بڑے وقار اور احترام سے ملتے اور بحث میں الجھنے کے بجائے مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

میں نے اپنی کوششوں کو یوں بیکار جاتے دیکھا تو سوچا کہ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اس کے نقائص اور تضادات سے آگاہ ہو کر مسلمان طالب علموں کو زچ کر سکوں' مگر دل کے گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ عیسائی پادری' مضمون نگار اور مؤرخ تو مسلمانوں کو وحشی' گنوار' جاہل اور نہ جانے کن کن برائیوں کا مرقع بتاتے ہیں لیکن امریکی معاشرت میں پلنے بڑھنے والے ان سیاہ فام مسلمان نوجوانوں میں تو ایسی کوئی برائی نظر نہیں آتی بلکہ یہ باقی سب طلبہ سے مختلف' منفرد اور پاکیزہ رویئے کے حامل ہیں پھر کیوں نہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل کروں' چنانچہ اس مقصد کی خاطر میں نے سب سے پہلے قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کتاب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی اپیل کرتی ہے۔ عیسائیت پر غور و فکر کے دوران اور مطالعہ بائبل کے نتیجے میں ذہن میں کتنے ہی سوال پیدا ہوتے تھے مگر کسی پادری یا دانشور کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا اور یہی تشنگی روح کے لئے مستقل روگ بن گئی تھی — مگر قرآن پڑھا تو ان سارے سوالوں کے ایسے جواب مل گئے جو عقل اور شعور کے عین مطابق تھے۔ مزید اطمینان کے لئے اپنے کلاس فیلو مسلمان نوجوانوں سے گفتگوئیں کیں' تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ میں اب تک اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں میرا نقطہ نظر سراسر بے انصافی اور جہالت پر مبنی تھا۔

مزید اطمینان کی خاطر میں نے پیغمبر اسلامؐ اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ امریکی مصنفین کے پروپیگنڈے کے بالکل برعکس حضور ﷺ بنی نوع انسان کے عظیم محسن اور خیرخواہ ہیں۔ خصوصاً انہوں نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا' اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

ماحول کی مجبوریوں کی بات دوسری ہے' ورنہ میں طبعاً بہت شرمیلی ہوں اور خاوند کے سوا کسی مرد سے بے تکلفی پسند نہیں کرتی چنانچہ جب میں نے پڑھا کہ پیغمبر اسلام خود بھی بے حد حیادار تھے اور خصوصاً عورتوں کے لئے عفت و پاکیزگی اور حیا کی تاکید کرتے ہیں تو میں بہت متاثر ہوئی اور اسے عورت کی ضرورت اور نفسیات کے عین مطابق پایا۔ پھر حضور ﷺ نے عورت کا درجہ جس قدر بلند فرمایا اس کا اندازہ اس قول سے ہوا کہ "جنت ماں کے قدموں میں ہے"۔ اور آپؐ کے اس فرمان پر تو میں جھوم اٹھی کہ عورت نازک آبگینے کی طرح ہے —— اور تم میں سے سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی اور گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات سے میں مطمئن ہو گئی اور تاریخ اسلام کے مطالعے اور اپنے مسلمان کلاس فیلو نوجوانوں کے کردار نے مسلمانوں کے بارے میں ساری غلط فہمیوں کو دور کر دیا اور میرے ضمیر کو میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے تو میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا ذکر میں نے متذکرہ طالب علموں سے کیا تو وہ ۲۱/ مئی ۷۷ء کو میرے پاس چار مسلم رہنماؤں کو لے کر آئے ان میں ایک ڈینور کی مسجد کے امام تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے چند مزید سوالات کئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ میرے قبول اسلام پر سارے خاندان پر گویا بجلی گر پڑی۔ ہمارے میاں بیوی کے تعلقات واقعی مثالی تھے اور میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا مگر میرے قبول اسلام کا سن کر اسے غیر معمولی صدمہ ہوا۔ میں اسے پہلے بھی قائل کرنے کی

کوشش کرتی رہی تھی اور اب پھر سمجھانے کی بہت سعی کی مگر اس کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کرلی اور میرے خلاف عدالت میں مقدمہ دائرہ کردیا۔ عارضی طور پر دونوں بچوں کی پرورش میری ذمہ داری قرار پائی۔

میرے والد بھی مجھ سے گہری قلبی وابستگی رکھتے تھے مگر اس خبر سے وہ بھی بے حد برافروختہ ہوئے اور غصے میں ڈبل بیرل شاٹ گن لے کر میرے گھر آگئے تاکہ مجھے قتل کرڈالیں ___ مگر خدا کا شکر ہے کہ میں بچ گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کرکے چلے گئے۔

میری بڑی بہن ماہر نفسیات تھی، اُس نے اعلان کردیا کہ یہ کسی دماغی عارضے میں مبتلا ہوگئی ہے اور اس نے سنجیدگی سے مجھے نفسیاتی انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرانے کے لئے دوڑ دھوپ شروع کردی۔ میری تعلیم مکمل ہوچکی تھی۔ میں نے معاشی ضرورتوں کے پیش نظر ایک دفتر میں ملازمت حاصل کرلی لیکن ایک روز میری گاڑی کو حادثہ پیش آگیا اور تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ فرم والوں کے نزدیک میرا اصل جرم یہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ میرا ایک بچہ پیدائشی طور پر معذور تھا۔ وہ دماغی طور پر بھی نارمل نہ تھا اور اس کی عام صحت بھی ٹھیک نہ تھی جبکہ بچوں کی تحویل اور طلاق کے مقدمے کے باعث امریکی قانون کی رو سے فیصلہ ہونے تک میری ساری جمع پونجی منجمد کردی گئی تھی۔ ملازمت بھی ختم ہوئی......

تو میں بہت گھبرائی اور بے اختیار رب جلیل کے حضور سربسجود ہوگئی اور گڑگڑا کر خوب دعائیں کیں۔ اللہ کریم نے میری دعائیں قبول فرمالیں اور دوسرے ہی روز میری ایک جاننے والی خاتون کی کوشش سے مجھے ایسٹر سیل پروگرام میں ملازمت مل گئی اور میرے معذور بچے کا علاج بھی بلامعاوضہ ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے دماغ کے آپریشن کا فیصلہ کیا اور اللہ کے خاص فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا۔ بچہ تندرست ہوگیا اور میری جان میں جان آئی....

لیکن آہ ابھی آزمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا۔ عدالت میں بچوں کی تحویل کا مقدمہ دو سال سے چل رہا تھا۔ آخر کار دنیا کے اس سب سے بڑے "جمہوری" ملک کی "آزاد" عدالت نے فیصلہ یہ کیا کہ اگر بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو اسلام سے دستبردار ہونا پڑے گا کہ اس قدامت پرست مذہب کی وجہ سے بچوں کا اخلاق خراب ہوگا اور تہذیبی اعتبار سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

عدالت کا یہ فیصلہ میرے دل و دماغ پر بجلی بن کر گرا۔ ایک مرتبہ تو میں چکرا کر رہ گئی۔ زمین آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس کی رحمت نے مجھے تھام لیا اور میں نے دو ٹوک انداز میں عدالت سے کہہ دیا کہ میں اپنے بچوں سے جدائی گوارا کرلوں گی مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے دستبردار نہیں ہوسکتی' چنانچہ بچی اور بچہ دونوں باپ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

اس کے بعد ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنا تعلق گہرا کرلیا اور تبلیغ دین میں منہمک ہوگئی نتیجہ یہ کہ ساری محرومیوں کے باوجود میں ایک خاص قسم کے سکون اور اطمینان سے سرشار رہی۔

ایک زمانہ تھا کہ میں اتوار کا دن آرام کرنے کے بجائے کسی سنڈے اسکول میں بچوں کو عیسائیت کے اسباق پڑھاتی تھی۔ آج اللہ کے کرم سے میں اتوار کا دن اسلامک سینٹروں میں گزارتی ہوں اور وہاں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کے علاوہ دیگر مضامین بھی پڑھاتی ہوں۔

یہ بھی اللہ ہی کی توفیق سے ہے کہ میں نے مختلف مقامات پر مسلم وومن اسٹڈی سرکل قائم کئے ہیں جن میں غیر مسلم خواتین بھی آتی ہیں۔ میں انہیں بتاتی ہوں کہ اسی امریکہ میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے عورتوں کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی تھی اور ایک عورت کو گھوڑے سے بھی کم قیمت پر یعنی ڈیڑھ سو روپے میں خریدا جاسکتا تھا۔ بعد کے ادوار میں بھی عورت کو باپ یا شوہر کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا حتیٰ کہ اگر وہ شادی کے موقع پر ایک لاکھ ڈالر شوہر کے گھر میں لے کر جاتی اور چند ہی ماہ بعد اسے طلاق حاصل کرنا پڑتی تو وہ ساری رقم شوہر کی ملکیت قرار پاتی تھی۔ اس اعزاز کی تو کہیں ادنیٰ سی بھی مثال نہیں ملتی کہ ماں کے قدموں میں جنت قرار دی گئی ہے اور باپ کے مقابلے میں اسے تین گنا واجب الاحترام قرار دیا گیا ہے۔

جب میں یہ تقابلی موازنہ کرتی ہوں تو امریکی عورتوں کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں....وہ تحقیق کرتی ہیں' مطالعہ کرتی ہیں اور جب انہیں یقین ہوجاتا ہے کہ میں صحیح باتیں کرتی ہوں اور واقعتاً اسلام نے عورت کو غیر معمولی حقوق اور احترام عطا کیا ہے تو وہ اسلام قبول کرلیتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ میری باتوں سے متاثر ہوکر اب تک تقریباً چھ سو امریکی خواتین دائرۂ اسلام میں داخل ہوچکی ہیں۔

افکار معاصر

امریکہ اور حقوق انسانی

پاکستان میں متعین امریکی سفیر ولیم بی مائیلم کی تقریر سے اقتباس

امریکہ اور اس کے عوام میں قانون کی مثالی حکمرانی کا دور دورہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ میں جرائم ہیں؟ جی ہاں۔ کیا ہمارے ہاں برے لوگ ہیں؟ جی ہاں۔ کیا ہمارے ہاں بدعنوان سرکاری اہلکار ہیں؟ جی ہاں۔ لیکن قوانین کی حکمرانی کی وجہ سے اس نوعیت کے انسانی رویوں کو برداشت کرنے کی گنجائش بہت کم ہے اور قانون کی حکمرانی' منصفانہ سماعت اور امیر و غریب کے لئے یکساں سزا کی ضمانت دیتی ہے۔

ایک اور اہم نکتہ برابری اور مساوات ہے۔ اس تصور میں ارتقاء کا عمل جاری ہے۔ مساوات کا تصور مسلسل پروان چڑھ رہا ہے کیونکہ ابراہام لنکن کی یہ تنبیہ اور نصیحت مسلسل ہمارے مدنظر ہے کہ امریکہ اس قول کا پابند ہے اور ہمیشہ رہنا چاہیئے کہ تمام انسان برابر پیدا کئے گئے ہیں۔ امریکہ' عدم مساوات پر مبنی حالات کو بہتر بنانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اس صدی کے تیسرے پچیس برسوں میں نسلی مساوات کے سلسلے میں بہت پیش رفت ہوئی اور آخری پچیس برسوں میں خواتین کی برابری کے معاملے میں بہت پیش رفت ہوچکی ہے تاہم دونوں شعبوں میں مزید کام کی ضرورت ہے۔

میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امریکہ کی خصوصیت اس کا فعال سول معاشرہ ہے۔ امریکی شہری اس امر کو یقینی بنانے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ ان کی حکومت وہ خدمات فراہم کرے جو اسے کرنی چاہئیں اور یہ کہ اس کے اقدامات دیانت داری اور انصاف پر مبنی ہوں۔ امریکہ میں ہزارہا بنیادی سطح کی تنظیمیں اور غیر سرکاری تنظیمیں ہیں۔ امریکی شہری ان تنظیموں میں مل جل کر کام کرتے ہیں اور اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ ان کی جائز ضروریات پوری ہوں اور ان کے حقوق کا استحصال نہ کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو قوم صدق دل سے قانون کی حکمرانی پر یقین رکھتی ہو' جس میں مساوات کا تصور مسلسل فروغ پارہا ہو اور جس کے عوام اپنی شہری ذمہ داریوں کا گہرا شعور رکھتے ہوں وہ پورے اعتماد سے کہہ سکتی ہے کہ اس کے سیاسی اور سماجی ادارے مستحکم اور مؤثر رہیں گے۔

امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا دورۂ جھنگ

سرزمین جھنگ دینی فکر اور مذہبی جذبوں کی سرزمین ہے۔ آج سے صدیوں پہلے جب اسلام کا پرچم تھامے محمد بن قاسمؒ وادیٔ سندھ میں آئے اور اپنے اسلام کی اصل عربی جھلک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کے نقشے ساتھ لائے تو اس سرزمین نے بھی ان مجاہدین کے قدم چومے اور ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کو اپنے سینے پر لیا۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ہر دور میں ایسی شخصیات نے یہاں قدم رنجہ فرمایا جو دینی اعتبار سے کسی درجے میں نمایاں اور قد آور تھیں۔

موجودہ دور میں اسلام کا عالمی غلبہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور دعوت رجوع الی القرآن کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا نام محتاج تعارف نہیں آپ بھی گاہے بگاہے جھنگ میں رونق افروز ہوتے رہتے ہیں۔ اس دفعہ آپ کی آمد کا پروگرام ۲۵/۱ اکتوبر ۹۸ء کو طے تھا۔

امیر محترم کی تشریف آوری کے موقع پر اتوار کی عام تعطیل کی مناسبت سے جھنگ میں رفقائے تنظیم اور احباب نے باہمی مشورے سے اقبال ہال (بلدیہ ہال) جھنگ صدر میں خطاب عام کا پروگرام بنایا۔ ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے اس خطاب کا عنوان "عظمت قرآن اور انسانیت کا مستقبل" تجویز کیا گیا۔ اس پروگرام کے لئے رفقائے جھنگ اور دیگر احباب نے انتھک محنت کی اور خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس مقصد کے لئے ایک ہزار دعوتی کارڈز تقسیم کئے گئے اور تعلیم یافتہ احباب کو ذاتی طور پر دعوت دی گئی۔ شہر میں بینرز بھی لگائے گئے۔ اخبارات میں ہینڈ بل رکھوائے گئے اور ذاتی رابطے کے ذریعے بھی کثیر تعداد میں لوگوں تک اس پروگرام کی دعوت پہنچائی گئی۔ حلقہ پنجاب وسطی کے تمام رفقاء کو اس پروگرام سے مطلع کیا گیا اور اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے رفقاء کی کثیر تعداد پروگرام کے انتظامات کے لئے وقت سے بہت پہلے پہنچ چکی تھی۔ لیہ سے بھی رفقاء تشریف لائے۔ پروگرام سے پہلے ہی اقبال ہال میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی اور احباب ہال میں نشستیں سنبھال رہے تھے۔ اسرہ ٹوبہ کے نقیب پروفیسر خلیل صاحب لوگوں کی نشستوں کی طرف رہنمائی کر رہے تھے جب کہ رحیم صدیقی صاحب شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے ہال میں ساتھ لا رہے تھے۔ آفتاب اقبال صاحب تو انتھک محنتی آدمی ہیں ہال کے سارے انتظامات انہیں کے ذمہ تھے۔ انہوں نے جس خوبی کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھایا یہ انہی کا حصہ ہے۔

۹ بجے صبح کا وقت پروگرام کے لئے طے تھا۔ انتظامات ہر لحاظ سے مکمل تھے۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ کے پیش نظر جنریٹر موجود تھا۔ ۹ بجے تک ہال نصف سے زائد بھر چکا تھا۔ ہال میں دو صد آدمیوں کی گنجائش تھی۔ گیلری اور باہر کے لئے سو اضافی کرسیاں منگائی گئی تھیں۔ ہال سے باہر بیٹھنے والے سامعین کے لئے کلوز سرکٹ ٹی وی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نو بجکر دس منٹ پر امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی گاڑی احاطہ میں داخل ہوئی تو لوگوں نے والہانہ انداز سے ان کا استقبال کیا۔ ادھر امیر محترم ہال میں داخل ہوئے اور ادھر بجلی غائب ہو گئی۔ جنریٹر کو چالو کرنے اور انتظامات بحال کرنے میں تھوڑا سا وقت لگ گیا۔

پروگرام تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا' جناب رحیم صدیقی صاحب شاعر جھنگ نے نظم پیش کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض راقم نے سرانجام دیئے۔ جب راقم نے ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو دعوت خطاب دی تو ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا اور باہر اضافی کرسیوں پر بھی احباب بیٹھ چکے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا' عظمت قرآن' اور انسانیت کا مستقبل۔ قرآن کی عظمت فی نفسہ بیان سے باہر ہے اور کتاب ہدایت ہونے کے ناطے یہ کتاب ہماری ضرورت ہے اور اس سے اصل استفادہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اسے سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کی ہدایت صاحب ہمت لوگوں پر کھلتی ہے جو اپنے آپ کو اس کے تابع کر دیتے ہیں اور اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ اس قرآنی دعوت پر عمل پیرا ہونے سے نظام خلافت وجود میں آئے گا جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اسلام کا نظام عدل اجتماعی جسے نظام خلافت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس بار عالمی ہو گا۔ جس کی برکات سے کوئی گھر اور خیمہ محروم نہیں رہے گا۔ اسلام کے اس عالمی غلبہ کا وقت نہایت قریب ہے اور اس کے آثار و شواہد روز بروز واضح سے واضح تر ہوتے جا رہے ہیں جس میں یہود اور مسلمانوں کے درمیان نہایت زوردار محاذ آرائی ہونے والی ہے۔ اسرائیل یہود کا مرکز ہے اور اسلامی قوتوں کا مرکز خراسان کا علاقہ ہو گا جس میں ایران کا شمال مشرقی حصہ' موجودہ افغانستان کا شمالی حصہ اور پاکستان کا مالاکنڈ ڈویژن شامل ہیں۔ نزول مسیح علیہ السلام اور ظہور مہدیؒ کے واقعات اسی بابرکت دور سے متعلق ہیں۔ اس عالمی غلبہ اسلام کے موقع پر مشرق میں اسلام پہلے قائم ہو چکا ہو گا جس کا اشارہ اللہ کرے کہ پاکستان کی طرف ہو اور اللہ کرے کہ ہم اس کے اہل ثابت ہو سکیں۔ اس عالمی غلبہ کے بعد اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہو گا جس میں خلافت راشدہ کی طرح کا عدل و انصاف' مساوات باہمی اور اخوت و آزادی کا غلغلہ ہو گا جس پر انسانیت فخر کرے گی۔

ڈاکٹر صاحب نے موضوع کے دونوں حصوں کو خوبصورتی کے ساتھ جوڑا کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ اسلام کے اس عالمی غلبے کے لئے جدوجہد ہر مسلمان پر لازم ہے اور اس کے ابتدائی مرحلہ پر ضروری ہے کہ ہر شخص اللہ کی کتاب قرآن مجید سے اپنا تعلق پیدا کرے اور اس کو مضبوط بنائے۔ اس کے علم کو عام کرے اور اس کو سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک چلے تاکہ اس عادلانہ نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے اور یوں قرآن کی عظمت کو صرف کانوں سے نہ سنا جائے بلکہ آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔

خطاب کے اختتام پر راقم نے حاضرین کو تعلم و تعلیم قرآن کے اس کام میں تعاون کے لئے پکارا اور کہا کہ جو لوگ اس کام میں تعاون کرنے پر آمادہ ہوں وہ اسی دن شام اور نماز مغرب راقم کے مکان پر تشریف لے آئیں تاکہ مزید گفتگو ہو سکے اور مثبت اور تعمیری سوالوں کے جواب بھی دیئے جا سکیں۔ دوپہر کے کھانے پر ڈاکٹر صاحب مہر امیر سلطان گھیانہ کے ہاں مدعو تھے۔ ایک گھنٹہ کے قریب نہایت علمی گفتگو رہی جہاں شہر کے اہل علم و فضل احباب نے استفادہ کیا۔

بعد نماز عصر احباب سے ملاقات رہی اور مغرب کے بعد امیر محترم راقم کی رہائش پر شام کی نشست کے لئے تشریف لائے۔ تقریباً پچاس کے قریب اہل علم احباب تشریف لے آئے۔ امیر محترم نے سوالات کے نہایت مدلل اور عالمانہ جوابات دیئے۔ آخر میں امیر محترم نے جھنگ میں بھی قرآن کے تعلم و تعلیم کے کام کو منظم طریق پر آگے بڑھانے کے لئے لاہور کراچی ملتان وغیرہ کی طرز پر انجمن خدام القرآن جھنگ کے قیام سے متعلق لوگوں کو تفصیلات بتائیں۔ جس کے نتیجے میں دو حضرات نے اس انجمن کے قیام میں دلچسپی ظاہر کی اور ایک اجلاس کی تاریخ کرنے بعد یہ شام کی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

بعد نماز فجر امیر محترم اپنے سفر پشاور کیلئے روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ جھنگ میں خدمت دین اور خدمت قرآن کا یہ پودا پروان چڑھے گا اور برگ و بار لائے گا۔ جس سے عوام و خواص مستفید ہو سکیں گے اور تاریخ جھنگ کے شایان شان طریق پر رجوع الی القرآن کی تحریک میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔

(رپورٹ : مختار حسین فاروقی)

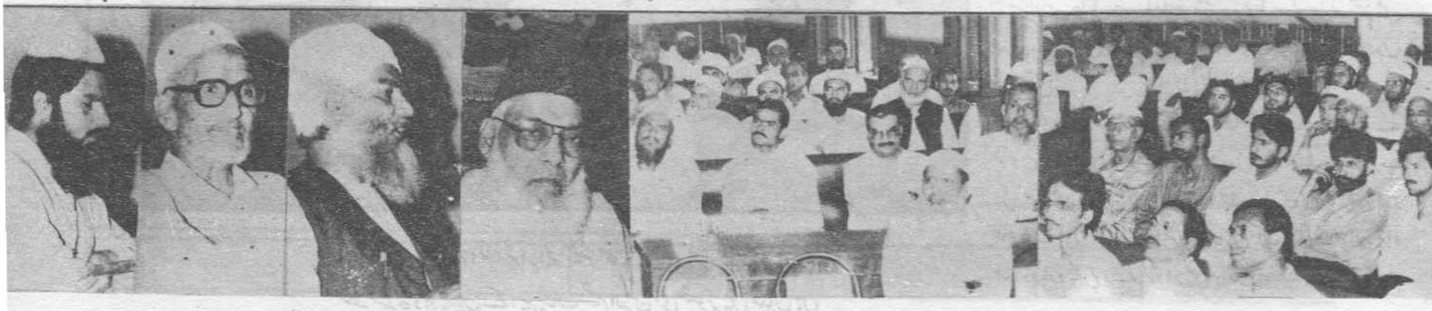

""متحدہ کے خلاف اعلان جنگ کا جواز نہیں، سندھ میں احساس محرومی بڑھ گیا""

کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کی سینئر صحافیوں سے گفتگو (بشکریہ روزنامہ "امن" کراچی)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے پاکستان خصوصاً سندھ کی موجودہ سیاسی و امن و امان کی صورت حال پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم لیگ کی حکومت نے جس طرح اچانک متحدہ قومی موومنٹ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے وہ قطعی طور پر درست نہیں ہے۔ پنجاب سے پولیس حکام بلا کر سندھ میں تعینات کئے جانے اور گورنر کے اختیارات وفاقی حکومت کے سنبھالنے سے عوام میں احساس محرومی بڑھا ہے۔ یہ احساس محرومی سندھ میں دراصل فرزند زمین کے تصور سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اتوار کی شام مقامی ہوٹل میں تنظیم اسلامی کی جانب سے سینئر اخبار نویسوں کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ کے موقع پر بات چیت کر رہے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اس موقع پر شریعت بل، سندھ میں سیاسی امن و امان کی صورت حال اور سی ٹی بی ٹی جیسے اہم قومی امور پر بھی اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب سے پولیس اہلکار بلا کر سندھ میں تعینات کرنا قومی سلامتی کے لئے خطرناک رجحان ہے۔ سندھ کا مسئلہ بہت گہرا اور پیچیدہ ہے اور اسے حل کرنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کراچی جیسے مسائل کے حل کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک میں مزید چھوٹے چھوٹے صوبے بنائے جائیں اور پھر صوبہ کو مکمل صوبائی خود مختاری دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر سندھ میں مسلم لیگ کے بجائے ایم کیو ایم کا وزیراعلیٰ ہوتا تو سندھ میں سیاسی بحران پیدا نہیں ہوتا اور ایم کیو ایم کی بھی کسی حد تک اشک شوئی ہو جاتی۔ سیاسی مسئلہ اور امن و امان دو الگ الگ چیزیں ہیں، اس کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے۔ مسلم لیگ کو ہمیشہ قاعدے قانون اور دستور پر عمل کرنا گراں گزرتا ہے۔ شریعت بل کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نواز شریف کا موجودہ شکل میں شریعت بل بھی ہمیں قبول ہے تاہم اگر اس میں سے شریعت کورٹ کے حوالے سے وہ شق نکال دی جائے جس کے تحت وہ حکومت کو جواب دہ اور حکومت کی پابند ہے تو میرا خیال ہے کہ اس بل کی منظوری سے کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے اس سلسلہ میں اے این پی کے سربراہ اجمل خٹک اور پی پی کے اعتزاز احسن سمیت دیگر اپوزیشن کے رہنماؤں سے بھی بات چیت کی ہے، ان کا خیال بھی یہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے خبردار کیا کہ اگر سینٹ کو بائی پاس کر کے شریعت بل ریفرنڈم کے ذریعہ منظور کرایا گیا تو یہ نہ صرف ملکی سلامتی کے لئے خطرناک ہوگا بلکہ اس سے اسلام کی سبکی ہوگی۔ حکومت شریعت بل منظور کرانے کے لئے اسی لچک کا مظاہرہ کرے جس طرح سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ۷۳ء کا آئین منظور کرانے کے لئے کیا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ملک کا آئین منافقت کا پلندہ ہے جس میں اسلام کے نفاذ کی بات کی گئی ہے تو اس سے فرار کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ دستور میں اسلام کی بالادستی کا تعین اچھی بات ہے لیکن اس کی آڑ میں حکمرانوں کا سلاطین جیسا رویہ اختیار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پنجاب سے ملک کا صدر منتخب کرنے سے بھی سندھ اور دیگر صوبوں میں احساس محرومی بڑھا ہے۔ سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت نے اس پر دستخط کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن حکومت کو اس سلسلہ میں قومی وقار کا خیال رکھنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح قیام پاکستان، قرار داد پاکستان اور قرار داد مقاصد کا منظور ہونا ایک معجزہ ہے اسی طرح پاکستان کا ایٹمی طاقت بننا بھی عطیہ خداوندی ہے، ہمیں اس صلاحیت میں مزید اضافہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے حکومت پاکستان کو تجویز پیش کی کہ وہ از خود ڈیفالٹ ہونے کا اعلان اور سود دینے سے قطعی طور پر انکار کر دے اور اصل زر بھی اپنی مرضی اور شیڈول سے واپس کرے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ اپنے کام میں آزاد ہے اور یہ نواز شریف کے شریعت بل پر چیک اینڈ بیلنس رکھے۔ ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ موجودہ شریعت بل پر ہمیں بھی معمولی اعتراض ہے تاہم اگر حکومت اسے منظور کر لیتی ہے تو تنظیم اسلامی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ شریعت بل کی منظوری کے نتیجہ میں وزیراعظم کو جو اختیارات مل جائیں گے وہ تنظیم اسلامی کے تصور خلافت کے قریب ترین ہوگا۔ قیام خلافت کے لئے خلافت کی بنیاد پر الیکشن منعقد کرانے ہوں گے جس کے نتیجہ میں جو قیادت برسراقتدار آئے گی وہی نظام خلافت کا اعلان بھی کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ملکی عدلیہ اپنا وقار کھو چکی ہے، موجودہ عدلیہ کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو ختم کر دیا جائے، فیڈرل شریعت کورٹ کی موجودگی میں اس کی ضرورت اب باقی نہیں رہی۔ انہوں نے کہا کہ ملک سے جاگیرداری نظام ختم کرنے کے لئے حضرت عمر فاروقؓ سے رجوع کرنا ہوگا جبکہ فقہ حنفی میں مزارعت قطعی طور پر حرام ہے۔ ملک سے جاگیرداری کے خاتمہ کے لئے علماء پر مشتمل بااختیار کمیشن بنایا جائے۔

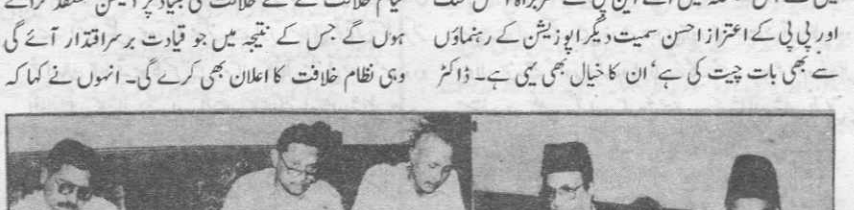

تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد سینئر صحافیوں سے گفتگو کر رہے ہیں، حلقہ سندھ و بلوچستان کے امیر جناب نسیم الدین بھی تصویر میں نمایاں ہیں

تنظیم اسلامی ملتان شہر کا دعوتی اجتماع

جب بھی کوئی دعوت، تحریک، جلسہ یا خطاب کامیاب ہوتا ہے تو جہاں قائدین کا خلوص اس میں شامل ہوتا ہے وہیں کارکنان کی محنت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسرہ امیر آباد کے زیر اہتمام تنظیم اسلامی ملتان شہر کا ماہانہ دعوتی اجتماع ۲۴/ اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب امیر آباد میں منعقد ہوا۔ جلسہ کے انتظامات نقیب اسرہ جناب سلیم اختر نے رفقاء کے ساتھ مل کر مکمل کئے۔ اس پروگرام کی تشہیر کیلئے ہینڈبلز تقسیم کئے گئے اور بینرز آویزاں کئے گئے۔ تمام قریبی مساجد میں اعلانات بھی کئے گئے۔ پروگرام کا آغاز جناب مقبول احمد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد سلیم اختر نے ادا کئے۔ انہوں نے اپنے تمہیدی کلمات میں "رسول اللہؐ سے محبت اور اس کے تقاضے" پر مختصر روشنی ڈالی۔ انہوں نے خطاب کیلئے امیر تنظیم اسلامی ملتان شہر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی کو دعوت دی۔ انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیات ۳۲-۳۱ کے حوالے سے "حب رسولؐ اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ بحیثیت مسلمان ہم پر نبی اکرم ﷺ کا اتباع لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے رسول کی پیروی کرو تو اس کے نتیجے میں اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ کہنے کو ہم سب مسلمان لیکن رسولؐ سے صرف قولی ہے محبت عملی نہیں۔ رسول اللہ صرف نمازیں اور کلمے ہی یاد نہیں کرواتے رہے بلکہ انہوں نے اپنی ۲۳ سالہ جدوجہد کے ذریعے اللہ کے دین کو عملاً نافذ کر کے دکھا دیا۔ جہاں رسولؐ کا پسینہ گرا وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا خون بہا دیا۔ شدید ترین مخالفت کے باوجود کوئی بھی لالچ، خوف یا تشدد ان کو اپنے راستے سے نہ ہٹا سکا۔

آپؐ خانقاہیں یا مدرسے کھول کر بیٹھ سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اسلام تو غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے کہ اگر اسلام غالب ہے تو دین ہے وگرنہ وہ مذہب بن جاتا ہے۔ اسلام ہمیں زندگی کے ہر گوشے میں عدل کا درس دیتا ہے خواہ وہ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی۔

نبی اکرم ﷺ کے قائم کردہ نظام خلافت کی برکات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جب عرب کی سرزمین پر دین نافذ ہو گیا تھا اللہ کی رحمتوں کا ظہور ہوا اور پاک اور مہذب معاشرہ وجود میں آیا۔ یہی نظام ان شاء اللہ دوبارہ پھر پورے کرۂ ارضی پر قائم ہوگا۔ کیونکہ نبی اکرم

ﷺ کی اس بارے میں متعدد احادیث ہیں کہ اللہ کا دین تو لازماً غالب ہو کر رہے گا مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس کیلئے کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہم واقعی نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص دین کو قائم کرنے کی عملی جدوجہد میں شامل ہو کر اپنے حصے کا کام کرے اور ایسی جماعت میں شامل ہو کر اپنی صلاحیتیں کھپائے جو واقعتاً اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہو۔ جلسہ کے اختتام پر لٹریچر اور بیعت فارم بھی تقسیم کئے گئے۔ (رپورٹ : شہباز نور)

اطلاعات واعلانات

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے مرکزی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس منعقدہ ۱۹ نومبر ۹۸ء میں مشورہ کے بعد مرکزی شعبہ جات میں مندرجہ ذیل تبدیلیوں کا فیصلہ کیا ہے :

○ حافظ عاکف سعید صاحب آئندہ نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان ہوں گے۔ فی الحال ان کی ذمہ داری امیر تنظیم اور ناظم اعلیٰ کے مابین رابطہ تک محدود رہے گی لہٰذا آئندہ وہ مرکزی مجلس عاملہ کے ہفتہ وار اجلاس کی صدارت کیا کریں گے۔ (امیر تنظیم اسلامی کی پاکستان سے غیر حاضری کی صورت میں قائم مقام امیر کی ذمہ داری بھی انہی کے کندھوں پر ہوگی۔)

○ ڈاکٹر عبدالخالق نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان کو آئندہ ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔ مرکز کے جملہ شعبہ جات اور حلقہ جات کی نگہداشت اور ان کے مابین رابطہ ان کے ذمہ ہوگا اور اسی اعتبار سے وہ نظام العمل میں دفعہ ۱۰ کے تحت درج نائب امیر اور ناظم اعلیٰ کے اختیارات کے مجاز ہوں گے۔

○ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب سے امیر حلقہ پنجاب شرقی کی ذمہ داری واپس لے لی گئی ہے اور جناب عبدالرزاق صاحب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان آئندہ ناظم حلقہ کی حیثیت سے حلقہ پنجاب شرقی کی نگہداشت کے ذمہ دار ہوں گے۔ موصوف مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رہیں گے اور اس کے اجلاس میں شرکت کے پابند ہوں گے۔

○ جناب فیاض حکیم کو لاہور جنوبی کا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ جاری کردہ (چوہدری غلام محمد' معتمد تنظیم اسلامی پاکستان)

مشاہدات و تاثرات

یک زمانہ صحبت با اولیاء

سالانہ اجتماع میں شریک ایک مبتدی رفیق کے تاثرات

تنظیم اسلامی کے اجتماع میں شرکت کا میرا پہلا تجربہ ہے۔ مجھے صحیح معنوں میں تنظیم کے فکر سے آگاہی ہوئی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے میں نے تنظیم کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہوا تھا لیکن اجتماع میں مجھے اس فکر کا جوبن نظر آیا' اس کی حقیقی روح اور شانِ رفعت نظر آئی۔ امیر محترم کے خلوص اور عظمت کا احساس اجاگر ہوا۔ آپ کی شخصیت کا حقیقی تعارف نصیب ہوا۔ آپ کی دور رس نگاہیں "یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ" کا ولولہ اور *To strive to seek to find and not to yield* کا آہنی عزم حیران کن' حقائق افروز اور بصیرت آموز تھا۔ یقین جانئے مولانا روم نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا تھا ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا ظفر علی فرماتے ہیں ؎

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی — الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

جہاں تک اجتماع کی کامیابی کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ حتمی ہی ہے کیونکہ اجتماع کا مقصد رفقاء کے لئے فکری بالیدگی و پختگی اور دوسروں کے لئے فکری پیغام ہوتا ہے۔ ان میں پہلی چیز یعنی فکری بالیدگی تو بدرجہ اتم حاصل ہوئی لیکن دوسری چیز یعنی دوسروں تک فکری پیغام قدرے تشنہ کام رہا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اجتماع گاہ کی تبدیلی ہے البتہ دوسری وجہ جس کے ذمہ دار میرے خیال میں منتظمین اجتماع ہیں وہ یہ کہ اجتماع کے لئے مناسب تشہیر نہیں کی گئی۔ اخبارات میں کوئی خبر شائع نہیں ہوئی حالانکہ اس سال پاکستان میں جتنے اجتماعات ہوئے سبھی اخبارات کی زینت بنے لیکن تنظیم اسلامی کا اجتماع ایسی خاموشی سے ہوا کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جماعت کا میڈیا میں تذکرہ ہو جائے تو اس کے ساتھ اس جماعت کا مشن بھی لوگوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ یہ گویا ایک طرح کی دعوت ہوتی ہے۔

رفقاء کے حوالے سے چند ایک باتیں جو مجھے دوران اجتماع محسوس ہوئی ہیں وہ یہ کہ ہمارے رفقاء میں mutual association اور inter-consideration کی کمی ہے۔ ایک دوسرے کے درمیان جو اجنبیت پہلے دن تھی وہ آخری دن تک بہت حد تک برقرار رہی۔ حالانکہ ؏ "نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہِ منزل سے"۔ باہمی ضرورت کے بارے اقبال فرماتا ہے ؏

مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا — مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

دوسری بات یہ کہ رفقاء کے اندر self identification کی کمی ہے۔ رفقاء کو اپنا تنظیمی تشخص قائم رکھنا چاہئے۔ ایک رفیق تنظیم اور عام فردِ معاشرہ کے رویئے میں امتیاز ہونا چاہئے۔ تیسری اور آخری بات یہ کہ رفقاء میں "ادع الی سبیل ربک" کی کمی ہے۔ میرے خیال میں ہر رفیق تنظیم کو dynamically داعی ہونا چاہئے۔ "ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا" کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور بجھے بجھے ستاروں کی بجائے درخشندہ آفتاب بننا چاہئے۔ جیسا کسی شاعر نے کہا ہے ؎

گر بنو تو درخشندہ آفتاب بنو — بجھے بجھے سے ستاروں کی زندگی کیا ہے

اگر ہم ایسے نہیں بن سکتے تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ؏

"ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ است"

آخر میں میں رفقاء کے لئے اور بالخصوص پوری امت مسلمہ کے لئے دعاگو ہوں کہ

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر — حریم کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشا ہے تو نے — اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

(مقبول احمد' رفیق مبتدی تنظیم اسلامی ملتان)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 7' شمارہ 45
سالانہ زرتعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودہری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمہ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

چیچنیا عنقریب طالبان حکومت کو تسلیم کر لے گا

چیچن حکومت کی وزارت خارجہ کے نمائندے عبدالواحد ابراہیم نے کہا ہے کہ ان شاء اللہ عنقریب چیچن حکومت طالبان حکومت کو تسلیم کر لے گی' انہوں نے توقع ظاہر کی کہ طالبان بھی ان کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے۔ ابراہیم نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہمارے لئے غیر اسلامی ممالک کا تسلیم کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے طویل جدوجہد اور بے پناہ قربانیوں کے بعد روسی فوجیوں کو اپنی سرزمین سے نکالا ہے۔ اب کسی بھی کفری قوت کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ہماری راہ میں رکاوٹ کھڑی کرے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ ۱۹۹۶ء میں جوہر دودایوف کی شہادت پر امریکہ نے روس کیلئے جاسوسی کی تھی جب وہ سیٹلائٹ پر بات کرنے میں مصروف تھے۔ امریکہ نے روس کیلئے جاسوسی کرتے ہوئے ان کی جگہ کی نشاندہی کی اور روسی فوجوں نے انہیں شہید کر دیا۔

ہالینڈ: ریڈیو سے اسلام دشمنی پر مبنی نشریات کا آغاز

ہالینڈ کے ریڈیو نے اپنی نشریات میں اسلام دشمنی پر مبنی پروگرام کا آغاز کر دیا ہے۔ ریڈیو نے اپنی نشریات کے دوران ہالینڈ میں مقیم مسلم باشندوں پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ ہالینڈ میں رہائش پذیر مسلمان مغربی تہذیب کو نہ اہمیت دیتے ہیں اور نہ اس کے رنگ میں رنگتے ہیں۔ مسلمان مغربی تہذیب سے مسلمان ہونے کی بنا پر نفرت کرتے ہیں اور کہا کہ مسلمانوں میں اسلامی شدت پسندی اور اسلامی بنیاد پرستی بیدار ہو رہی ہے جو ہالینڈ کیلئے کھلی دہشت گردی ہے' ان نشریات کے بعد وہاں کے مسلمانوں نے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی جس پر وہاں کی اسلامی تنظیم نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور حکومت کو خبردار کیا کہ وہ آئندہ اسلام کے خلاف ایسے زہر آلود پروپیگنڈے سے باز آ جائے۔

ہندوؤں نے متھرا کی مسجد پر قبضے کا اعلان کر دیا

بھارت کی انتہا پسند ہندو تنظیم وشوا ہندو پریشد نے ۶/ دسمبر کو متھرا میں کرشن کی مبینہ جنم بھومی پر قبضے کا اعلان کیا ہے۔ راہبیر نام گوئیل نے بتایا کہ متھرا کے پانچ نواحی اضلاع سے رضاکار جگہ پر قبضہ کیلئے اکٹھے ہوں گے۔ ہر ضلع سے پانچ ہزار رضاکار متھرا آئیں گے۔ دوسری جانب بابری مسجد کے سلسلے میں جاری کیس اس صدی میں ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے کنوینر ظفریاب جیلانی نے کہا ہے کہ مقدمہ کی سماعت کی رفتار آہستہ ہونے سے لگتا ہے کہ یہ مقدمہ ۲۱ ویں صدی میں چلا جائے گا۔ راشٹریہ سیوک سنگھ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ بھارت میں رہنا چاہتے ہیں تو ہندو کلچر کو اپنا لیں کیونکہ ہندو رسوم و رواج بہترین ہیں۔ آر ایس ایس کے سربراہ راجندر سنگھ نے کہا کہ بھارت میں ۹۷۵ ملین افراد ہندو ہیں مگر آئین ۲۰ فیصد مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے افراد کو بھی برابر کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔

سکولوں میں مسلمان طلبہ کو بندے ماترم پڑھنے کا حکم ناجائز ہے

بھارت کے صوبے اتر پردیش کی حکومت کی طرف سے سرکاری سکولوں میں تدریسی سرگرمیوں کے آغاز سے قبل سنسکرت زبان میں ہندو اشلوک ہند دیوی سرسوتی کے متعلق تعریفی کلمات اور قومی ترانے بندے ماترم پڑھنے کا جو حکم جاری کیا ہے۔ ممتاز مسلمان سکالر مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سمیت سرکردہ علماء نے فتویٰ جاری کیا کہ صوبائی حکومت کا یہ حکم اسلامی تعلیمات کے منافی ہے لہٰذا مسلمان اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں سے اٹھا لیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ حکم نہ صرف غیر اسلامی اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے بلکہ غیر جمہوری اور بھارتی آئین کی دفعہ ۸۲ کے بھی خلاف ہے جس کے تحت تمام شہریوں کو اپنی مذہبی رسوم کی ادائیگی کی مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے تین بڑے علما نے بھی اتر پردیش کے سکولوں میں بندے ماترم پڑھنے کے سرکاری حکم کو غیر شرعی قرار دیا۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کے نائب صدر مولانا قابلی صادق نے کہا کہ ہم اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں لیکن ہم اس کی عبادت نہیں کرتے کیونکہ ہمارا مذہب خدا کی عبادت کے سوا کسی اور عبادت کی اجازت نہیں دیتا۔ صوبائی وزیر تعلیم رویندا شکلا نے کہا ہے کہ ہم مولانا ابوالحسن ندوی کے فتوے کے باوجود اپنا حکم واپس نہیں لیں گے۔

بقیہ: منبر و محراب

اور یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ ایک دن تو آنے والا ہے جب سب لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے' اس روز تمام حقیقتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی کہ کس نے درست منہاج اختیار کیا۔

تنظیم اسلامی اللہ کی نصرت اور تائید سے منہاج محمدی پر عمل پیرا ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اصل اُسوہ' اسوۂ محمدیؐ ہی ہے جس پر عمل پیرا ہونا امت مسلمہ کا فرض ہے۔ اس منہاج محمدیؐ کے ذریعے ہی پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ قائم ہو سکے گا۔ میرے اور آپ کے سوچنے اور غور و فکر کی اصل بات یہ ہے کہ غلبۂ دین کی جدوجہد میں میرا اور آپ کا کیا کردار ہے اور ہم اس میں کتنا حصہ ڈال رہے ہیں؟ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ کس شخص نے غلبۂ دین کی دعوت پر لبیک کہی اور اپنا تن من دھن اس کے لئے نچھاور کر دیا اور کون وہ بدقسمت ہے کہ جس نے اس جدوجہد سے پہلو تہی اختیار کئے رکھی۔ ہر شخص کو سوچنا چاہئے کہ اس کی زندگی کا مقصود و مطلوب دین کی سرفرازی اور غلبہ ہے کہ نہیں' بقول شاعر ؎

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں' میں اسی لئے نمازی

زندگی کے نصب العین کو معین کرنے کے بعد اس مقصد کے حصول کے لئے کسی دینی جماعت کو تلاش کیجئے۔ اس لئے کہ غلبہ دین کی جدوجہد جماعتی سطح پر ہی ہو سکتی ہے' انفرادی سطح پر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دین کے غلبہ کے لئے کام کرنے والی کسی نہ کسی جماعت میں شمولیت ہر بندۂ مومن پر لازم ہے' اس کے بغیر دین کی جانب سے عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں ہے۔